عمران سیریز

جلد نمبر
26

علامہ دہشت ناک

89 - علامہ دہشت ناک

90 - فرشتے کا دشمن

91 - بیچارہ شہزور

92 - کالی کہکشاں

ابن صفی

عمران سیریز نمبر 90

فرشتے کا دشمن

(دوسرا حصہ)

پیشرس

زیرِ بحث ہے اس کتاب کا اشتہار جو "علامہ دہشت ناک" میں شائع ہوا تھااور اس بحث میں پڑنے سے پہلے یہ عرض کردوں کہ ... "فرشتے کا دشمن" پورے اشتہار پر محیط نہیں ہے۔ وجہ ظاہر ہے! کہانی پھیلاؤ اختیار کر گئی ہے، اس حد تک کہ ایک عدد خاص نمبر کا مطالبہ کررہی ہے۔ عام شمارے سے کام نہیں چلے گا۔ لہٰذا اگلا ناول خاص نمبر کی صورت میں پیش کروں گا۔

بہت دنوں بعد ایک ایسا کردار ہاتھ لگا ہے جس سے فوراً ہی پیچھا چھڑا لینے کو دل نہیں چاہتا.... ایسی ہی خواہش کا اظہار زیادہ تر پڑھنے والوں کی طرف سے بھی ہوا ہے۔ یعنی علامہ کو مختصر مدت میں نپٹا دینے سے گریز کیا جائے۔ ہاں تو اشتہار کی اس "غلطی" کی طرف بہتوں نے توجہ دلائی ہے کہ خبیث کا املا درست نہیں ہے۔ پروف ریڈر نے اُسے "خبیس" ہی رہنے دیا ہے! غلط کتابت کی اصلاح نہیں فرمائی۔

بھائی! آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ "خبیث" میک اپ میں بھی ہو سکتا ہے۔ آخر ایک پُر اسرار کہانی کا اشتہار تھا۔ آپ نے یہ

کیوں نہیں سوچا کہ "خبیث" یہ چاہتا ہے کہ اُس پر "جینئس" کا دھوکا ہو۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ "خبیث" کو "س" سے لکھ دیا گیا ہے بلکہ یہ گمان گزرے کہ کہیں "جینئس" کے نکتے اور شوشے بے ترتیب نہ ہوگئے ہوں۔ بعض خبیث یہی چاہتے ہیں کہ انہیں جینئس سمجھا جائے۔ (خدا کرے آپ راقم الحروف کو جینئس نہ سمجھتے ہوں)۔

اب آیئے ایک خاص قسم کے خط کی طرف! ایک "ایم۔اے" بھائی نے "علامہ دہشت ناک" میں عمران کے ایک مکالمے کو میرے نظریات کی تبدیلی پر محمول کیا ہے۔ عمران.... عمران ہے جناب! ایک ایسی لڑکی کو ڈھب پر لانا چاہتا تھا جو اس کی ہم مسلک نہیں ہے۔ لہٰذا سر کے بل بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ وہ عمران کے جملے ہیں۔ ابن صفی کے نہیں۔ میں نے کردار نگاری اور اظہارِ واقعیت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب مصنف اپنے ذاتی نظریات سے لاتعلق ہو جائے۔ ویسے کوئی بھی اس اٹل حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ نظریات کا.... اختلاف ہی دو افراد کے درمیان دیوار بنتا ہے اور نظریات کے بغیر زندگی بسر کرنا بھی مشکل۔ نظریات نہ ہوتے تو یہ دنیا آج بھی جنگل ہوتی۔ لہٰذا میری طرف سے دل صاف کیجئے اور ناول کو ناول ہی رہنے دیجئے۔!!

والسلام

ابن صفی

۲۰/مارچ ۱۹۷۶ء

میاں توقیر محمد جھریام خوش شکل جامہ زیب اور صحت مند آدمی تھے۔! عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ ضلع احمد پور کے بڑے رُؤساء میں شمار ہوتا تھا.... لیکن تنہا تھے قصبہ جھریام کی سب سے بڑی قلعہ نما عمارت میں بالکل تنہا.... گو ملازمین کی بہتات تھی۔ لیکن وہ تنہائی جو خون کے رشتوں سے یا ذہنی لگاؤ کی بناپر رفع ہوتی ہے بدستور برقرار رہتی تھی۔

بھری پُری حویلی چند ماہ کے اندر اندر ویران ہوگئی تھی.... سارے افراد کسی پُراسرار وبا کے شکار ہوئے تھے۔ عجیب وباء تھی کہ صرف میاں صاحب کے افراد خاندان کو چٹ کر گئی تھی۔ نہ تو کوئی ملازم اس کی لپیٹ میں آیا تھا اور نہ قصبے ہی کا کوئی فرد۔

شائد میاں توقیر محمد اس لئے محفوظ رہے تھے کہ ان دنوں ان کا قیام اس حویلی میں نہیں تھا! ملک ہی میں نہیں تھے! یو کے میں مقیم تھے۔!

ادھر جھریام کے باشندے اسے خدا کا قہر سمجھتے تھے جو بالآخر اس خاندان پر نازل ہی ہوگیا تھا.... اتنے ظالم لوگ تھے اس حویلی کے مکین کہ ان کے مظالم کی داستان بھی صرف سرگوشیوں میں بیان کی جاتی تھی۔ قصبے میں کون تھا جو ان کے آگے سر اٹھا سکتا۔! حویلی کے مکین قصبے کی بقیہ آبادی کو اپنی رعایا سمجھتے تھے۔

وہ مالک تھے اس قصبے کے! علاقے کا تھانے دار بھی ان سے آنکھیں ملا کر گفتگو نہیں کر سکتا تھا.! لیکن میاں توقیر محمد ابتدا ہی سے نیک دل اور خداترس تھے۔ شائد اسی لئے ہوش سنبھالنے کے بعد سے جھریام میں کبھی نہیں ٹکے تھے۔! احمد پور شہر میں مقیم رہ کر میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی اور پھر بیرون ملک نکل بھاگے تھے۔ بقیہ تعلیم یو۔کے میں رہ کر مکمل کی تھی۔ اور ابھی

وہیں مقیم تھے کہ حویلی پر وہ بلا نازل ہوئی۔ پھر انہیں وطن واپس آنا پڑا تھا۔!

وہ اب بھی پہلے ہی جیسے نرم دل اور نیک طبیعت تھے۔ تعلیم نے وسیع النظری بھی عطا کردی تھی اور وہ قصبے کے دوسرے افراد کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کسی کو ان کی مدد کی ضرورت ہوتی تو انہیں دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح تیار پاتا۔ قصبے والوں کا خیال تھا کہ شیاطین کے درمیان ایک فرشتہ اتار اگیا اور شیاطین اٹھا لئے گئے۔

میاں توقیر محمد صورت سے بھی معصوم لگتے تھے۔! آنکھوں میں بلا کی نرمی تھی۔ اور لہجے میں اتنی مٹھاس تھی کہ بس وہ بولتے رہیں اور سننے والے سنتے رہیں۔!

موجودہ حکمرانوں میں بھی وہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حکمران پارٹی کے ایک سرگرم کارکن بھی تھے۔ اور اپنے ضلع کی شاخ میں چیئر مین کا عہدہ رکھتے تھے۔ اور صحیح معنوں میں انہی پر عوام کا خادم ہونا صادق آتا تھا۔ حویلی کی رہائش ترک کردی تھی! تین کمروں کے ایک چھوٹے سے مکان میں ایک ملازم کے ساتھ قیام پذیر تھے۔!

انہیں اعتراف تھا کہ ان کے اجداد اچھے لوگ نہیں تھے۔ اسی لئے شادی نہیں کی تھی کہ اس نسل کو اپنی ہی ذات پر ختم کردینا چاہتے تھے.... کھل کر کہتے تھے ہو سکتا ہے ان کی اولاد اجداد ہی کے سے ظالمانہ رجحانات لے کر پیدا ہو۔ لہذا خطرہ مول لینے سے کیا فائدہ۔

کچھ ایسے بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ خاندان میں پے درپے اموات کے صدمے سے میاں صاحب صحیح الدماغ نہیں رہ گئے۔ ورنہ سانپ کے بچے سانپ ہی ہوتے ہیں۔

جذبۂ خدمتِ خلق کا یہ عالم تھا کہ بارشوں میں بھیگتے پھرتے تھے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ قصبے کے کسی مکان کو بارش سے نقصان تو نہیں پہنچا۔ کسی کو ان کی مدد کی ضرورت تو نہیں۔ ان کے مزارعین گویا ملک کے خوش قسمت ترین مزارعین میں سے تھے۔ ان کی حالت سدھر گئی تھی سبھی خوشحال ہوگئے تھے۔ میاں صاحب نے پشت ہا پشت سے چلے آنے والے سارے قرضے معاف کردیئے تھے۔ اپنے کارندوں کو سختی سے ہدایت کردی تھی کہ ان کی زمین پر بسنے والوں سے بے گار نہ لی جائے.... اجرتیں فوراً ادا کی جائیں....!"

بہر حال وہ بھی خوش تھے۔ اور قصبے والے بھی کہ اچانک قصبہ جھریام میں سوشیالوجی کی طالبات کا ایک گروپ فیلڈ ورک کے لئے وارد ہوا جس کی میزبانی کے فرائض میاں صاحب ہی کو

ادا کرنے تھے۔!

گروپ کی انسٹرکٹر ایک خاصی دل کش عورت تھی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہو گی۔ گداز جسم اور نشیلی آنکھوں والی تھی۔!

پتہ نہیں کیوں اس پر نظر پڑتے ہی میاں صاحب کو چاہ بابل کے فرشتے یاد آ گئے تھے۔ حالانکہ اس کا نام زہرہ نہیں تھا۔ فرحانہ جاوید کہلاتی تھی۔

وہ کچھ بھی رہی ہو لیکن کیا ضروری تھا کہ میاں صاحب کی ذات میں شدت سے دل چسپی بھی لینے لگتی۔ میاں صاحب جب بھی اس کی طرف متوجہ ہوتے۔ اسے اپنی ہی جانب نگران پاتے اور پھر دیکھنے کا انداز ایسا ہوتا جیسے سو جان سے ان پر فدا ہو جائے گی۔!

میاں صاحب نے کئی سال یو۔ کے اور یورپ کے دوسرے ممالک میں گزارے تھے۔ عورت ان کے لئے کوئی عجوبہ نہیں تھی۔ ہر چند کہ محتاط زندگی بسر کرتے رہے تھے۔ لیکن بہر حال مختلف قسم کی خواتین میں اٹھنا بیٹھنا بھی رہا تھا.... لیکن یہ عورت....! نہ جانے کیوں ان کے حواس پر چھائی جا رہی تھی۔

میاں صاحب نے اس گروپ کے قیام کا انتظام حویلی میں کیا تھا۔ لیکن ان کے ساتھ خود بھی وہیں منتقل نہیں ہو گئے تھے۔ مہمانوں کو اس پر حیرت تھی کہ میاں صاحب اتنی شاندار اور آرام دہ حویلی کو خیر باد کہہ کر ایک معمولی سے مکان میں کیوں جا بسے ہیں۔

"مجھے عام آدمیوں کی طرح زندگی بسر کرنا پسند ہے۔!" انہوں نے فرحانہ جاوید کے استفسار کے جواب میں کہا تھا۔

"آپ حیرت انگیز ہیں جناب۔!"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔!" میاں صاحب شرما کر بولے تھے اور وہ قربان ہو جانے والے انداز میں ان کی طرف دیکھتی رہی تھی۔

فیلڈ ورک کے دوران میں اس گروپ نے خصوصیت سے میاں صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ اور نہ جانے کیوں فرحانہ جاوید نے فیلڈ ورک کی مدت ایک ہفتہ سے بڑھا کر دس یوم کر دی تھی۔

فرحانہ جاوید سوشیالوجی کی لیکچرار تھی اور وہ سب اس کی طالبات تھیں۔ لہذا اس کو پروگرام

میں ردوبدل کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ اس نے پروگرام میں اس تبدیلی کی اطلاع دی تو وہ غیر شعوری طور پر کھل اٹھے۔

"مجھے خوشی ہے کہ آپ کی میزبانی کا شرف کچھ دن اور حاصل رہے گا۔!" انہوں نے کہا۔

"میں تو سوچ رہی تھی کہ خواہ مخواہ ہم لوگ آپ پر بار بنے ہوئے ہیں۔"

"ہر گز نہیں۔ ہر گز نہیں۔ یہ کہہ کر آپ مجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں۔!"

"آپ واقعی عظیم ہیں۔!"

"ارے نہیں.... اس عظیم کائنات کا ایک حقیر ترین ذرہ۔!"

"مکمل ترین انسان۔!" فرحانہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی اور میاں صاحب کے دل میں عجیب قسم کی گدگدی سی ہونے لگی۔!

وہ رات انہیں آنکھوں میں کاٹنی پڑی تھی۔ پتا نہیں کیسی خلش تھی۔ بار بار سوچتے تھے کہ بالآخر ایک دن وہ چلی جائے گی؟ پھر کیا ہوگا؟ آخر وہ ایسی باتیں کیوں سوچ رہے ہیں۔!

دوسری صبح پھر ایک اچنبھا سامنے کھڑا تھا۔ ریلوے اسٹیشن کا خصوصی ہرکارہ ان کے لئے ایک ٹیلی گرافک پیغام لایا تھا جو کسی مس جولیانا فٹنر واٹر کی طرف سے تھا۔ جولیانا فٹنر واٹر نے انہیں اطلاع دی تھی کہ وہ پانچ بجے والی ٹرین سے جھریام ریلوے اسٹیشن پر پہنچ رہی ہے۔ اس کی رہنمائی کے لئے کسی کو بھیجا جائے۔

پہلے تو میاں صاحب یہی سمجھے تھے کہ وہ بھی اس گروپ سے تعلق رکھنے والی کوئی لڑکی ہوگی۔ جو اُس وقت اس گروپ میں شامل نہ ہو سکنے کی بنا پر پیچھے رہ گئی تھی۔ لیکن جب فرحانہ جاوید نے اس کی طرف سے لاعلمی کا اظہار کیا تو ان کی تشویش بڑھ گئی۔ آخر یہ کون ہے! جولیانا فٹنر واٹر....؟ یادداشت پر زور دینے لگے۔ لیکن یہ نام یاد نہ آسکا۔

وہ ساری خواتین ایک ایک کرکے یاد آئیں جن سے یو کے یا دوسرے ممالک میں ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن جولیانا فٹنر واٹر؟.... اس نام کی تو کوئی بھی نہیں تھی۔ یا پھر رہی ہو۔! اور وہ صرف صورت آشنا ہوں۔ نام یاد نہ رہا ہو۔ شکل دیکھتے ہی یاد آجائے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کے نام ذہنوں سے نکل جاتے ہیں۔ لیکن اچانک کہیں ملاقات ہو جانے پر سب کچھ یاد آجاتا ہے۔!

وہ دن بھر اسی اُدھیڑ بن میں پڑے رہے تھے۔ پھر شام کو انہوں نے اپنے منیجر کو ریلوے اسٹیشن بھیجا تھا۔! نہ صرف میاں صاحب بلکہ ان کے مہمان بھی بڑی بے چینی سے اس اجنبی عورت کے منتظر تھے۔ اجنبی۔ بالکل ہی نیا چہرہ ثابت ہوا تھا میاں صاحب کے لئے اور وہ سفید فام غیر ملکی عورت جولیانا فٹنر واٹران سے اس طرح ملی تھی۔ جیسے برسوں ساتھ رہا ہو۔

"حیرت نہ کیجئے جناب۔!" وہ ہنس کر بولی۔"میں آپ کے بارے میں بہت کچھ سنتی رہی ہوں۔ اس لئے کم از کم خود اجنبیت نہیں محسوس کررہی۔!" جولیانا فٹنر نے ہنس کر کہا تھا۔

"کس سے سنتی رہی ہیں آپ!" میاں صاحب نے تذبذب کے ساتھ پوچھا۔

"اوہ شائد آپ پیرس کے لا میر یئے خاندان کو بھول گئے۔!"

"ہرگز نہیں.... کبھی نہیں۔ وہ سب تو میرے گہرے دوست ہیں۔!"

"تو جناب میں آپ کو اطلاع دیتی ہوں کہ میں مادام سائیموں دی لا میر یئے کی بھانجی ہوں۔ میرے باپ سوئیس تھے۔!"

میاں صاحب یک بیک مغموم نظر آنے لگے اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔"مجھے اس نیک دل خاتون کی موت کی اطلاع مل چکی ہے۔ کاش میں ان کی آخری رسوم میں شرکت کر سکتا۔!"

"ہاں وہ بہت اچھی تھیں۔!" جولیانا فٹنر واٹر نے بھی ٹھنڈی سانس لی۔!"بہر حال انہی لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اس سفر کے دوران میں آپ سے ضرور ملوں۔ پتا بھی دیا تھا اور خوش قسمتی ہے کہ بہ آسانی آپ تک پہنچ گئی۔! آپ تو بہت مشہور آدمی ہیں یہاں۔!"

"محض سیاسی کیریئر کی وجہ سے! ورنہ ایسی کوئی خاص بات نہیں۔!"

"میں دراصل یہاں اس لئے آئی ہوں کہ آپ کے ملک کی دیہی زندگی سے متعلق ایک کتاب لکھوں۔!" جولیانا نے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی.... میں اپنے تعاون کا یقین دلاتا ہوں محترمہ۔! جب تک دل چاہے یہاں کام کیجئے اور یہیں سے اپنا کام جاری رکھئے۔!"

فرحانہ جاوید نے بُرا سا منہ بنایا تھا۔ لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔ میاں صاحب نے اس کا تعارف کرایا۔

"مزید خوش نصیبی!" جولیا چہک کر بولی تھی۔ "میرے ستارے اچھے ہیں کہ آپ سے بھی ملاقات ہو گئی۔ خاصی مدد مل سکے گی آپ سے۔!"

"لیکن میری مدت قیام زیادہ نہیں ہے۔ صرف چھ دن اور قیام کر سکوں گی۔!" فرحانہ جاوید نے کہا۔

"چھ دن بہت ہوتے ہیں۔ میں محض دو دن میں آپ سے اپنی مفید مطلب معلومات حاصل کر لوں گی۔!"

میاں صاحب نے اس کے قیام کا انتظام بھی حویلی ہی میں کیا تھا.... چار دن میں فرحانہ نے ان کے ذہن پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔ اور وہ جولیانا کی آمد سے تردد میں پڑ گئے تھے انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ فرحانہ کو اس کی موجودگی پسند نہیں آئی۔ جب وہ ہنس ہنس کر میاں صاحب سے گفتگو کرتی تھی تو فرحانہ اسے قہر آلود نظروں سے گھورنے لگتی تھی۔!

میاں صاحب کے لئے یہ تجربہ نیا تھا۔ کوئی عورت ان کے لئے کسی دوسری عورت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔ عجیب سی لذت محسوس کی تھی میاں صاحب نے.... بالکل نئی سچوئیشن سے دوچار ہوئے تھے۔

عمران خاموش بیٹھا تنویر کو گھورے جا رہا تھا۔! اور تنویر کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔ ایکس ٹو کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ جس نے جولیا کو تنہا کسی مہم پر شہر سے باہر بھیج دیا تھا۔!

"یار تنویر صاحب!" عمران بالآخر بولا۔ "وہ کسی شیخ صاحب کی اہل خانہ تو نہیں کہ اسے کوئی نگل لے گا.... تم اس کے بارے میں اپنے ماحول کے مطابق کیوں سوچتے ہو۔!"

"تمہیں کیوں بُرا لگ رہا ہے۔!"

"تمہاری خیر و عافیت نیک مطلوب ہے۔ اگر کسی طرح علم ہو گیا اسے کہ تم تشویش میں مبتلا ہو تو کیا ہوگا۔!"

"اگر اسے علم بھی ہوا تو ذریعہ صرف تم ہو گے۔ کیونکہ اس وقت تمہارے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے....!"

"میرے دل گردے کی داد دو کہ تم جیسے ندیدے آدمی کے ساتھ تنہا ہوں۔!"

"مجھے علم ہے کہ وہ بہتیرے کام تمہارے مشورے کے بغیر نہیں کرتا۔"

"چلو تسلیم ہے پھر۔!"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے ہی مشورے پر اس نے اسے کہیں بھیجا ہے۔!"

"ارے تو کیا جولیا میری خالہ لگتی ہے کہ مشورہ نہ دیتا۔"

"تم نے بھجوایا ہے۔!"

"بھجوایا تو اسی نے ہے البتہ مشورہ دینے کی غلطی مجھ سے سرزد ہوئی تھی۔ دراصل اس نے کئی سو میل دور جا کر ایک آدمی سے عشق کر لیا ہے۔!"

"کیا؟" تنویر دہاڑ کر کھڑا ہو گیا۔!

"یہی بات ہے!" عمران نے معصومیت سے کہا۔

"کہاں بھیجا ہے۔!"

"جگہ اس نے مجھے نہیں بتائی تھی۔ صرف اتنا کہا تھا کہ جولیا سے عشق کرانا چاہتا ہے.....!"

"کیا بکواس ہے.....!"

"تمہی دیکھو۔ اب وہ بھی کوئی گائے بھینس ہو گئی۔!"

"میں تمہاری زندگی تلخ کر دوں گا۔!"

"کر چکے ہو.....! حیرت ہے کہ تمہیں اس کی اطلاع بھی نہیں.... تمہیں کیا پتا کہ جب ہونٹ بھینچ کر مسکراتے ہو تو میرے دل پر کیا گزرتی ہے.....!"

"نکل جاؤ میرے کمرے سے!" تنویر ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

"یہ دن بھی دیکھنا تھا۔!" عمران نے اٹھتے ہوئے طویل سانس لی۔ پھر جماہی بھی لی تھی۔ کاہلوں کے سے انداز میں چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا تھا۔

اس وقت وہ سائیکو مینشن میں مٹر گشت کرتا پھر رہا تھا۔ تنویر کے کمرے سے نکل کر اس نے آپریشن روم کی راہ لی تھی۔

آپریشن روم میں جولیانا فٹنر واٹر کا کوڈڈ لاسلکی پیغام موصول ہوا تھا.... اس نے وہیں ایک طرف بیٹھ کر اسے ڈی کوڈ کرنا شروع کیا۔

"پہنچنے کی اطلاع دے چکی ہوں میرے پہنچنے سے چار دن قبل سوشیالوجی کی طالبات کا ایک گروپ میاں توقیر محمد کا مہمان ہوا تھا۔ ہنوز مقیم ہے اور جھریام میں فیلڈ ورک کر رہا ہے۔ گروپ کی رہنما سوشیالوجی کی ایک لکچرر مس فرحانہ جاوید ہے.... ! اس کا تعلق علامہ دہشت ہی والی یونیورسٹی سے ہے۔ اس کے پاس سے مجھے علامہ کی ایک کتاب ملی ہے جو پندرہ سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جو وہ اپنے مخصوص طلبا سے کہتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس یتیم بچے کی کہانی بھی بطورِ مثال تحریر کی گئی ہے۔ جس کا کنبہ زندہ جل گیا تھا۔ کتاب کا نام ہے "انفرادی سے اجتماعی انتقام تک" توقیر محمد اور فرحانہ جاوید کے درمیان میں کچھ محسوس کر رہی ہوں۔"

بہر حال اس نے وہ کتاب سائیکو مینشن کے ماہر قانون کے حوالے کر دی تھی اور ریڈی میڈ میک اپ میں وہاں سے نکل کھڑا ہوا تھا۔

فرحانہ جاوید سے متعلق چھان بین کرنی تھی.... سب سے پہلے رانا پیلس کے قیدیوں سے پوچھ گچھ کی جن سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ فرحانہ بھی علامہ کی شاگرد تھی لیکن اس کی تصدیق نہ ہو سکی کہ خصوصی شاگردوں میں بھی شمار کی جاتی تھی یا نہیں۔!

"تم لوگ آخر ہو کون؟" پیٹر ایک بار پھر عمران سے الجھ پڑا۔

"اچھے لوگ نہیں ہیں۔" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"اگر مجھ سے کوئی جرم سرزد ہوا ہے تو مجھے پولیس کے حوالے کر دو۔ یہاں کیوں بند کر رکھا ہے۔!"

"پولیس!" عمران ہنس پڑا۔

"کیا مطلب۔!"

"بدمعاشوں نے بھی کبھی بدمعاشوں کو پولیس کے حوالے کیا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"بدمعاشوں کی جیب کاٹنا ہمارا پیشہ ہے۔!"

"یعنی کہ تم لوگ بلیک میلر۔!"

"بڑا گھٹیا لفظ استعمال کیا ہے تم نے.... علامہ دہشت جیسے لوگ تو پروفیسر کہلائیں اور ہم جیسے امن پسند بلیک میلر۔!"

"آخر مجھ سے کیا چاہتے ہو۔!"

"تحریری اعتراف کہ تم علامہ دہشت کی ایماء پر غیر قانونی حرکات کے مرتکب ہوتے رہے ہو۔!"

"یہ غلط ہے....!"

"اگر یہ غلط ہے تو پھر یہیں بند رہو۔ آخر تکلیف کیا ہے تمہیں۔!"

"مجھے علم نہیں تھا کہ رانا تہور علی....!"

"رانا صاحب کا نام بھی نہ لو.... ورنہ ختم ہی کر دیا جائے گا تمہیں۔!"

"کسی بات کا اعتراف مجھ سے کسی طرح بھی نہ کرا سکو گے۔!"

"ابھی جلدی بھی نہیں ہے مجھے! پڑے رہو آرام سے۔!"

عمران اس کے کمرے سے نکل کر شیلا کے پاس پہنچا تھا۔

"آیئے.... آیئے.... کریم چوکلیٹ صاحب!" وہ ہنس کر بولی۔

"چھچھ.... چھیڑنے کی نہیں ہوتی۔!" عمران ہکلایا تھا۔

"میں سوچتی ہوں کہ تمہارے بغیر کیسے جیؤں گی تو دم گھٹنے لگتا ہے۔!"

"ایسی باتیں کرو گی تو تمہارے گھر چھوڑ آؤں گا۔!"

"پیٹر تو ناکام رہا تھا تمہاری وجہ سے۔ لیکن اب تم خود ہی مجھے پاگل بنا دو گے۔!"

"وہ زہر ضائع ہو گیا تھا۔!"

"لیکن وہ زہر جو تمہاری شخصیت میں ہے۔!"

"مم.... میں نہیں سمجھا۔!"

"تم وہ ہرگز نہیں ہو جو نظر آتے ہو۔!"

"اور تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔!"

"آئی لو یو ڈارلنگ....!"

"ارے باپ رے....!" عمران پیٹ پکڑ کر کراہا۔

"کیا ہوا....؟"

"جب کوئی لڑکی مجھ سے ایسی باتیں کرتی ہے تو میری آنتیں قر قر کرنے لگتی ہیں۔"

شیلا نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اور بُرا سا منہ بنا کر بولی تھی!" تو اور لڑکیاں بھی تم سے ایسی باتیں کرتی رہی ہیں....!"

"ہاں.... تبھی تو پتہ چلا ہے آنتوں کی قرقر کا.... ڈاکٹر کہتے ہیں کہ تمہارے پیٹ میں کتے کی آنتیں معلوم ہوتی ہیں۔!"

"نہیں کتے کی نہیں ہو سکتیں۔!" وہ غصیلے لہجے میں بولی!" کتے کی ہوتیں تو تم بھی کسی ایک کے ہو رہتے۔!"

"دُم کہاں ہے میرے۔ دُم نہ ہونے سے بھی فرق پڑتا ہے۔!"

"خیر اسے چھوڑیئے۔ آخر یہ قصہ کب ختم ہوگا۔!"

"آجکل کوئی قصہ ختم نہیں ہوتا۔ قسطوں میں چلتا رہتا ہے۔"

"تم نے مس فرحانہ کے بارے میں کیوں پوچھ گچھ کی تھی۔!"

"اب تو علامہ کی ساری شاگردوں ہی کو دیکھنا پڑے گا۔!"

"میں نے اسے مخصوص شاگردوں کے حلقے میں کبھی نہیں دیکھا۔!"

"تم سے پہلے رہی ہوگی۔ اب وہ لیکچرر ہے۔ اور تم محض طالبہ۔!"

"ہاں یہ ممکن ہے۔!" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "کیا اس کے خلاف بھی کوئی مواد ہاتھ آگیا ہے۔!"

"مجھے اس کے زیادہ سے زیادہ مخصوص شاگردوں کی تلاش ہے۔!"

"میں تو کہتی ہوں کہ اب ہم سبھوں کو پولیس کے حوالے کردو۔!"

"کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جب تک پیٹر جیسے جاں نثار موجود ہیں کوئی اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ جو کچھ وہ تم لوگوں کی تعلیم و تربیت کرتا رہا ہے وہی سب کچھ کتابی صورت میں بھی شائع کر چکا ہے۔!"

"پھر آخر کیا ہوگا۔!"

"کچھ اور انتظام۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"گھٹ کر مر جاؤں گی ان چھتوں کے نیچے۔ کب سے کھلا آسمان نہیں دیکھا۔ مجھ جیسی سیلانی لڑکی کے لئے یہ حالت عذاب سے کم نہیں۔!"

"اس کی ایک صورت ہے۔ پھر ہم دونوں پورے شہر میں گھومتے پھریں گے۔"

"جلدی بتاؤ۔ کیا صورت ہے.....!"

"ہم دونوں ہپی بن جائیں۔ تمہاری آنکھیں کرنجی ہیں اور بال سرخی مائل ہیں۔ بڑی آسانی سے غیر ملکی بن سکتی ہو۔!"

"شکل تو پہچانی جاسکے گی۔!"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ گل بکاؤلی فلم اسٹوڈیو میں پانچ سال تک میک اپ مین بھی رہ چکا ہوں۔!"

"تم تو پتہ نہیں کیا کیا رہ چکے ہو۔! کبھی عورت بھی رہے ہو۔!"

"بس رہتے رہتے رہ گیا ہوں گا....! شہزور کو جانتی ہو۔!"

"کون شہزور۔!"

"خوفناک شکل والا اور دیوزاد قسم کا ایک ہپی ہے۔!"

"سنو! میں صرف سیلانی اور آزاد خیال ہوں۔ نئی نسل کے جانوروں سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔ بال بڑھانے والوں سے تو گھن آتی ہے مجھے۔ میں نے یہ نام بھی نہیں سُنا۔!"

"شہزاد کو جانتی ہو.....!"

"یہ نام بھی میرے لئے نیا ہے۔!"

"گرین بیچ ہوٹل کا مالک ہے۔!"

"سڑی سی جگہ ہے! میں وہاں قدم رکھنا بھی گوارانہ کروں گی۔!"

"خیر.... آؤ.... میرے ساتھ۔!"

وہ اسے اس کمرے میں لے گیا تھا جہاں میک اپ کا سامان تھا۔ وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔!

"خدا کے لئے مجھے بتاؤ۔ آخر ہو کیا چیز۔!"

"چیز نہیں۔ آدمی ہوں۔!"

"کبھی کبھی خوف معلوم ہونے لگتا ہے تم سے۔!"

"بچے تو مضحکہ اڑاتے ہیں میرا.....انہیں خوف معلوم نہیں ہوتا ہے۔ واہ بھئی۔!"

اس کے بعد اس نے اسے بولنے سے منع کر دیا تھا۔ اور اس کے چہرے پر اپنی مشاقی کے نقش

بٹھانے لگا تھا اور پھر جب اس نے تھوڑی دیر بعد آئینہ دیکھا تھا تو چیخ پڑی تھی۔

"ہلو تم کون ہو۔!"

"اب یہی جملہ انگریزی میں امریکن لہجے کے ساتھ دہراؤ۔!" عمران نے کہا۔

"پتا نہیں تم کیا کرنا چاہتے ہو۔!"

"کیا اس ایڈونچر کے تصور سے تمہارے جسم میں سنسنی نہیں دوڑی آخر تم کیسی آزاد خیال اور سیلانی ہو۔!"

"کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں خائف ہوں۔!"

"تم ہی بتاؤ گی میں کیا جانوں....!"

"قطعی خائف نہیں ہوں.... مقصد معلوم کرنا چاہتی ہوں۔!"

حالانکہ کچھ دیر پہلے ہی کھلی فضاء میں سانس لینے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اب مجھ سے مقصد پوچھ رہی ہو۔! کہیں تم سو تو نہیں رہیں مس شیلا۔!"

"بس اتنی سی بات کے لئے....!"

"بنیادی خیال یہی ہے ویسے اسی بہانے شائد کچھ کام بھی ہو جائے۔ میں تمہیں مختلف قسم کے لوگوں کے درمیان لے جاؤں گا۔ اور تم ان میں سے ایسے افراد کی شناخت کرو گی جنہیں کبھی علامہ کے ساتھ بھی دیکھا ہو۔!"

"یہ ہوئی نا بات.... اچھا اب تم بھی تو وہ حلیہ دکھاؤ جس میں میرے ساتھ چلو گے۔!"

آدھے گھنٹے بعد وہ رانا پیلس سے روانہ ہوئے تھے تو شائد ہی وہاں کا کوئی فرد انہیں پہچان سکا ہو... عمران بھی ہپی بن گیا تھا... لیکن دیسی... البتہ شیلا کسی سفید فام نسل کی معلوم ہوتی تھی۔

عمران ایک شکستہ حال اور بہت پرانے ماڈل کی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"پیشے کے اعتبار سے علامہ کو اتنا دولت مند نہ ہونا چاہئے۔!" عمران نے کہا۔

"خود مجھے بھی اس پر حیرت ہے۔!" شیلا بولی۔ "لیکن ہمارے درمیان کبھی یہ مسئلہ زیرِ بحث نہیں آیا۔!"

"لیکن سوچتے سبھی ہونگے۔!"

"میں سوچتی ہوں تو دوسرے بھی سوچتے ہوں گے۔! تمہارا کیا خیال ہے۔ کہاں سے آئی

اتنی دولت۔!"

"کچھ نہ کچھ جواز تو رکھتا ہی ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ بعض غیر ملکی پبلشرز نے بھی اس کی کچھ کتابیں چھاپی ہیں۔!"

"کئی کتابیں.... اور وہ مقبول ہوئی ہیں.... ایک کتاب میں تو اس نے ایک ایسی ڈکٹیٹر شپ کا تصور دیا ہے جس پر جمہوریت کا دھوکہ ہوتا ہے۔!"

"تم ذرا مجھے اس کی ساری کتابوں کے نام لکھ کر دے دینا۔!"

"اچھی بات ہے۔!"

گاڑی ساحلی علاقے کی طرف جا رہی تھی اور شیلا کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔

"سب سے پہلے ہم گرین بیچ ہوٹل چلیں گے۔!" عمران بولا۔

"چرس کے دھوئیں سے دم گھٹ جائے گا۔!"

"اس کے باوجود بھی چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا نہ ہونے دینا۔!"

"کوشش کروں گی۔!" وہ پر تفکر لہجے میں بولی۔ "تم نے کسی شہزور کے بارے میں بھی پوچھا تھا۔ وہ کون ہے۔!"

"شائد علامہ کا کوئی بہت ہی خاص مددگار ہے۔!"

"تمہیں اس کے بارے میں کیسے علم ہوا۔!"

"شائد اسے بھی تم ساتوں کی تلاش ہے۔!"

"تب تو علامہ ہی کا آدمی ہوگا۔!"

"علامہ۔!" عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔

وہ گرین بیچ ہوٹل پہنچے تھے اور شیلا نے ایک نشے باز عورت کی اداکاری شروع کر دی تھی۔ لیکن اس مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی۔ جس کے لئے یہاں آئے تھے۔ اس بھیڑ میں کوئی بھی ایسا نہ دکھائی دیا جسے کبھی شیلا نے علامہ کے ساتھ بھی دیکھا ہو۔

"اب کیا کریں۔!" شیلا نے پوچھا۔

"ابھی بہتیری جگہیں باقی ہیں۔! چلو اٹھو!" عمران بولا۔

"مجھے یہ دن ہمیشہ یاد رہیں گے۔ آج تک تم جیسا کوئی نہیں ملا۔!"

"دیکھو۔ پھر میری آنتیں قر قر کرنے لگیں گی۔ میں تو اسی وجہ سے فلمیں بھی نہیں دیکھتا.... دوسروں کو بھی کچھ کرتے دیکھ کر آنتیں قر قر کرنے لگتی ہیں۔!"

"تمہارے سر پر پتھر ماردوں گی۔ اگر اب تم نے قر قر کی!" شیلا بھنا کر بولی۔

"اف فوہ....!" عمران اٹھتے اٹھتے رُک گیا۔

"کیا بات ہے۔!"

"ابھی بیٹھو....!" وہ اس کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہم نے کچھ کھایا تو ہے ہی نہیں۔!"

"مجھے بھوک نہیں ہے....!"

"زبردستی کھاؤ.... یہاں جھینگے بہت اچھے تلے جاتے ہیں۔!"

"جھینگوں سے گھن آتی ہے مجھے۔!"

"ہاتھی کھاؤ گی۔؟" عمران نے جلے تن عورتوں کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر پوچھا۔

"ارے.... ارے....!"

"کیا ارے ارے....! جھینگوں سے گھن آتی ہے کہہ کر تم نے میری توہین کی ہے۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"ایک آدمی تمہیں بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔!" عمران آگے جھک کر آہستہ سے بولا۔ "تم جس طرح بیٹھی ہو.... بیٹھی رہو....!"

"کدھر ہے....!"

"بائیں جانب.... تھوڑی دیر بعد ادھر یونہی رواروی میں دیکھنا شائد جان پہچان کا ہو۔!"

"تم کہاں ہو۔!" وہ مسکرا کر بولی۔ "کیا مجھے وہ اس حال میں پہچان سکا ہوگا۔!"

"بعض عادتوں کی وجہ سے بھی لوگ ہر حال میں پہچان لئے جاتے ہیں۔! یہ جو تم اپنی بات پوری کر کے جس طرح سر ہلاتی ہو ٹیلی ویژن پر خبریں پڑھنے والوں کے علاوہ اور کسی کے بس کا روگ نہیں۔!"

"کیا چرس کے دھوئیں نے تمہیں چکرا دیا ہے پیارے....!"

"پپ.... پیارے.... قر قر.... ہچ!" عمران پیٹ پکڑ کر رہ گیا۔

شیلا نے بائیں جانب دیکھا تھا.... اور پھر جلدی سے عمران کی طرف سر گھما لیا تھا۔

"کیا خیال ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"پہلے تو نہیں تھا.... شائد ابھی آیا ہے۔!"

"کون ہے۔"

"علامہ کا باورچی.... میں تو تصور بھی نہیں کر سکتی کہ باہر اتنے ٹھاٹ باٹھ سے رہتا ہو گا۔!"

"باورچیوں ہی کے تو مزے ہیں۔! تم نے میرے باورچی کو نہیں دیکھا۔!"

"میرے خیال سے تو اب چلو۔ بور ہونے لگی ہوں۔!"

"ابھی وہ صرف شبہے میں مبتلا ہے۔ اپنی چال دکھا کر یقین بھی دلانا چاہتی ہو کیا۔ مجھے تو یہ شخص صرف نام کا باورچی معلوم ہوتا ہے....!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"قاضی کے گھر کے چوہوں کے بارے میں تو تم نے سنا ہی ہو گا۔!"

"وہ ڈاکٹر آف لٹریچر نہیں ہے۔!"

"میرا باورچی بھی نہیں ہے! لیکن بہر حال میرا باورچی ہے۔!"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا کھاؤ گی۔!"

"کچھ بھی نہیں۔!"

"خواہ مخواہ بیٹھے رہنا تو مناسب نہیں ہو گا۔!" عمران نے کہا اور اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ شیلا وہیں بیٹھی رہی۔!

شیلا بہت کوشش کر رہی تھی کہ اس آدمی کی طرف نہ دیکھے جسے علامہ کے باورچی کی حیثیت سے پہچانا تھا۔ لیکن بار بار اس کی طرف نظر اٹھ جاتی تھی۔

دفعتاً وہ اسے آنکھ مار کر مسکرایا تھا۔ اور شیلا بوکھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی قطعاً بھول گئی کہ اسے ایک امریکن ہپی لڑکی کا رول ادا کرنا ہے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور شیلا کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"میں تمہیں کس زبان میں مخاطب کروں۔!" اس نے انگلش میں پوچھا تھا۔ اور شیلا چونک پڑی تھی۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ انگلش بھی بولتا ہو گا۔

"مم.... میں امریکن ہوں۔!" اس نے بدقت کہا۔

"یہاں کے ہی فقیر ہوتے ہیں۔ ان سے تمہیں کیا ملے گا۔!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"میرے پاس پیسہ بھی ہے اور چرس بھی۔!" وہ ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"اٹھو۔ یہاں سے۔! کیا میں فقیر ہوں۔ تمہیں جرأت کیسے ہوئی۔!"

اتنے میں عمران بھی واپس آگیا تھا اور خاموش کھڑا ان کی گفتگو سنتا رہا تھا۔ اجنبی کی پشت تھی اس کی طرف اور وہ اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ تمہارا ساتھی تمہیں کسی کے ہاتھ فروخت کر دے گا۔ یہاں یہی ہوتا ہے۔ کب پہنچی ہو یہاں....!"

"بس اب خاموش رہو اور یہاں سے چلے جاؤ۔!"

"نہیں نہیں بیٹھنے دو۔!" عمران خود بھی بیٹھتا ہوا بولا۔ "میں تمہارے ساتھ ہی اسے بھی فروخت کر دوں گا۔!"

شیلا اس کی بدلی ہوئی آواز پر چونک پڑی تھی۔! عمران کی آواز تو تھی ہی نہیں۔

اجنبی نے قہقہہ لگایا اور عمران کے زانوں پر ہاتھ مار کر بولا۔ "یار میں تو مذاق کر رہا تھا۔!"

یہ جملہ اس نے اردو میں ادا کیا تھا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا۔!"

"مگر ہے وفادار.... میں نے آنکھ ماری تو بُرا مان گئی۔!"

"اچھا تو آپ نے آنکھ بھی ماری تھی۔!"

"اور پٹانے کی بھی کوشش کی تھی.... لیکن پٹھے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتی۔!"

"میں رکھوا دوں....!" عمران نے بے حد محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کتنے پیسے لو گے۔!"

"سات پیسے۔"

"کیوں مذاق کر رہے ہو....!"

"یقین کرو.... لیکن تمہیں ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"کہاں....؟"

"جہاں ہم لے جائیں۔!"

"مگر سات پیسے....!"

"میرا اٹوٹکا ہے.... آج سینچر ہے نا۔!"

"کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو۔!"

"اے تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔ بات حرامی پن کی ہو رہی تھی۔ یہ مذہب کہاں سے آکودا۔!"

"کیا بک رہے ہو۔ کیسا حرامی پن۔!"

"پھر اور کیا ہے۔ پہلے بے چاری کو آنکھ ماری۔ پھر پٹانے دوڑے.... اور اب سات پیسے پر راضی ہو رہے ہو۔! شکل تو دیکھو اپنی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی ستم رسیدہ بکری جلدی میں بچہ دے کر بھاگ کھڑی ہوئی ہو۔!"

"اچھی بات ہے بیٹا۔ میں تمہیں دیکھ لوں گا۔!" وہ اٹھتا ہوا بولا اور پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔!

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!" شیلا مٹھیاں بھینچ کر آہستہ سے غرائی۔

"میرا خیال غلط تھا۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "اس نے تمہیں پہچاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بلکہ غیر ملکی ہپی لڑکی سمجھ کر ہی آیا تھا۔"

"لیکن کیا بکواس کر رہا تھا۔!"

"غیر ملکی ہپی لڑکیاں سستے داموں مل جاتی ہیں بسا اوقات تو صرف چرس کے ایک سگریٹ کے عوض۔!"

"چلو۔ بس میں یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔! میرا دم گھٹ رہا ہے۔!"

"میں نے کاؤنٹر پر اپنی فیورٹ ڈش کی فرمائش کی تھی۔! آرہی ہوگی۔ آرڈر پلیس کر کے بھاگے اور دھرے گئے....!"

"کمبخت اب بھی ادھر ہی دیکھے جا رہا ہے۔!"

"دیکھنے دو۔ تم مت دیکھو ادھر.... ورنہ سمجھے گا کہ تم راضی ہو۔ میں ہی اڑنگا لگا رہا ہوں۔!"

"خدا معاف کرے مجھے۔ اگر اس بھنور سے نکل گئی تو اب گھر سے باہر قدم بھی نہ نکالوں گی۔ مشرقی عورت کا صحیح مقام گھر ہی ہے۔!"

"بلکہ باورچی خانہ.... پورے گھر میں پھیل کر کیا کرو گی۔!"

"تم ڈھیٹ بھی ہو..... تمہاری موجودگی میں ایسی باتیں کر کے چلا گیا اور تمہارے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔!"

"ارے تو کیا سچ مچ کوئی گندہ ہی ہوں کہ کان پر جوں رینگے گی۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے پیچھے ضرور آئے گا.... پھر دیکھ لیں گے۔ بڑی فر فر انگریزی بولتا ہے میرا باورچی اتنا قابل نہیں ہے۔!"

"اور تمہاری ایک نئی صلاحیت بھی سامنے آئی ہے۔!"

"اچھا۔ وہ کیا ہے۔!"

"سڑک چھاپ لفنگوں کے سے انداز میں بھی گفتگو کر سکتے ہو۔!"

"عوامی انداز کہو۔!"

شیلا برا سا منہ بنائے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر مطلوبہ ڈش لایا تھا۔! شیلا نے اس میں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہ لی۔ اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔

"ارے کھاؤ نا۔!" عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔

"بھوک نہیں ہے۔ پہلے ہی کہہ چکی ہوں.....!"

"تمہاری مرضی۔!"

کھانے کے سلسلے میں عمران نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔! بالآخر دونوں اٹھ کر باہر آئے تھے۔ اور گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔

عمران نے علامہ کے باورچی کو بھی باہر نکلتے دیکھا۔ شیلا کی نظر عقب نما آئینے پر تھی۔ اس نے بھی اسے دیکھا اور مضطربانہ انداز میں بولی! "سچ مچ وہ بھی باہر نکلا ہے۔!"

"میرے اندازے کم ہی غلط ہوتے ہیں۔!"

"اب کیا ہوگا۔!"

"ایڈونچر۔ خاموشی سے دیکھتی رہو۔ مجھے تو دیکھنا ہے کہ جو شخص ایک کامیاب انشورنش ایجنٹ بن سکتا تھا باورچی کیوں بن گیا۔!"

عمران نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ شیلا نے عقب نما آئینے میں اس آدمی کو ایک موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتے دیکھا۔

اور پھر عمران کا اندازہ درست ہی نکلا تھا۔ موٹر سائیکل گاڑی کا تعاقب کرتی رہی تھی۔

"کیا تم اسے رانا پیلس تک لے جاؤ گے۔!" شیلا نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... کسی ویرانے میں لے جا کر مزاج پُرسی کروں گا۔!"

"کس طرح....!"

"وقت پر جیسی بھی سوجھ گئی.... پہلے سے پلاننگ کرنے کی عادت نہیں ہے۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شخص واجد....!"

"واجد نام ہے اس کا؟"

"ہاں.... علامہ کی کوٹھی میں پھٹے حالوں رہتا ہے۔ لیکن اس وقت قیمتی سوٹ پہن رکھا ہے اور جس انداز میں انگلش بول رہا تھا۔ میرے لئے خواب کی سی بات ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی نظر بار بار عقب نما آئینے پر جاتی تھی۔ ساحلی تفریح گاہ کی حدود سے نکلتے ہی عمران نے اپنی گاڑی شاہ دارا والی سڑک پر موڑ دی۔

"یہ کدھر چلے....!" شیلا فوراً ہی بولی۔

"اس سڑک پر ایک جگہ اس سے چھیڑ چھاڑ کی ٹھہری ہے۔"

"کہیں وہ مسلح بھی نہ ہو۔!"

"فکر نہ کرو....!"

"کیسی مصیبت میں پڑ گئی ہوں۔!"

"میں نے تمہیں مجبور تو نہیں کیا تھا۔ تم خود ہی کھلی فضا میں نکلنا چاہتی تھیں۔!"

"تو اس طرح۔!"

"دوسری طرح نکلنے سے اس سے بھی بڑے خطرات کا سامنا ہوتا۔ علامہ کو سب سے زیادہ فکر تمہاری ہی ہے۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا....!"

"ایسی صورت میں کسی دوسرے پر اعتماد کرنا ہی پڑتا ہے۔!"

"میں نے کب کہا کہ مجھے تم پر اعتماد نہیں ہے۔!"

"اگر ہے تو سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔ اگر میں نہ ہوتا تو تم پیٹر کے زہر کا شکار ہو چکی تھیں۔!"

"اوہ.... خوب یاد آیا۔ تم نے آج تک یہ نہ بتایا کہ اس کی وہ حرکت تم نے کہاں سے اور کیسے دیکھی تھی۔ میں وہیں اس کمرے میں موجود تھی لیکن مجھے علم نہیں ہو سکا تھا کہ کب اس نے شراب میں زہر ملایا۔"

"اس کمرے میں کئی زاویوں سے شارٹ سرکٹ کے ٹیوی کیمرے پوشیدہ ہیں۔ جن کے ذریعے ہر وقت ان لوگوں پر نظر رکھی جاتی ہے۔"

"اور پھر بھی تم کہتے ہو کہ تم لوگوں کا تعلق کسی سرکاری ادارے سے نہیں ہے۔!"

"کیوں نہ کہوں۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔!"

"پھر کیا بلا ہو تم لوگ۔!"

"تمہاری ہی طرح ایڈونچر کے رسیا ہیں۔ لیکن ہمارا ایڈونچر کسی قدر مہلک بھی ثابت ہوتا ہے بسا اوقات۔!"

ٹھیک اسی وقت عمران نے اپنی گاڑی ایک کچے راستے پر موڑی تھی۔! لیکن موٹر سائیکل سڑک ہی پر آگے نکلی چلی گئی۔

"وہ تو گیا۔!" شیلا بے ساختہ بولی۔

"ہاں.... آں....!" عمران نے کہا۔ لیکن گاڑی اسی راستے پر آگے بڑھتی رہی۔

"تو پھر اب کہاں جا رہے ہو۔!"

"جہاں یہ راستہ دوبارہ اسی سڑک سے مل جائے گا۔!"

"کیا فائدہ ہوا۔!"

"وہ وہیں ہمارا منتظر ہوگا۔ خاصا چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اور غالباً یہ بھی جانتا ہے کہ ادھر کے کچے راستے کن اطراف میں جاتے ہیں۔!"

"میں تو کہتی ہوں گاڑی یہیں سے موڑ کر واپس چلو.... اس سے الجھ کر کیا کرو گے۔!"

"محترمہ شیلا دیوی آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ مجھے علامہ کے خلاف ایسے شواہد کی تلاش ہے جن کی بنا پر وہ قانون کی گرفت میں آجائے۔ اس کے لئے مجھے بڑے پتھروں کے ساتھ ہی

خزف ریزے بھی الٹنے پڑیں گے۔!"

"میں تو اب اکتا چکی ہوں....!"

"اکتاہٹ ہی کے پوائنٹ سے تفریح کے چشمے پھوٹتے ہیں۔"

"ختم کرو۔! کچھ دیر خاموش رہنا چاہتی ہوں۔!"

لیکن وہ خاموش نہ رہ سکی۔! فوراً بولنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ واجد کی موٹر سائیکل سامنے سے آتی دکھائی دی تھی اور کچھ اس انداز میں جیسے سیدھی آکر گاڑی سے ٹکرا جائے گی۔

عمران نے بریک لگائے۔ ادھر وہ تھوڑا سا کترا کر موٹر سائیکل سمیت ڈرائیونگ سائڈ والے دروازے سے آلگا۔

"مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔!" وہ عمران کو خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"کک.... کیا مطلب۔!" عمران نے نروس ہو جانے کی اداکاری کی۔

"اس سے کہو کہ گاڑی سے اتر کر میرے پیچھے بیٹھ جائے۔!"

"اکیلے تو نہیں جائے گی۔ مجھے بھی ساتھ لے چلو۔!"

جواب میں عمران کو ایک بڑی گندی سی بات سننی پڑی تھی۔

اس نے موٹر سائیکل اس طرح روکی تھی کہ اس طرف کا دروازہ کھولنا ناممکن تھا۔

"تم اتر جاؤ۔!" عمران نے شیلا سے انگلش میں کہا۔

"کیوں....؟" شیلا سچ مچ نروس ہو گئی تھی۔

"تم اترو تو ذرا میں اس شریف آدمی سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ خود کو جتنا بُرا ظاہر کر رہا ہے اتنا بُرا معلوم نہیں ہوتا۔"

واجد نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ شیلا چپ چاپ دوسری طرف اتر گئی تھی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں عمران بھی اُسی دروازے سے باہر نکل گیا.... ایسا کرنے میں اس نے برق کی سی سرعت دکھائی تھی۔

پھر قبل اس کے کہ واجد معاملے کی نوعیت کو سمجھ سکتا۔ عمران اس کے سر پر سوار تھا۔ بغلوں میں ہاتھ دے کر موٹر سائیکل سے گھسیٹ لیا۔ اور موٹر سائیکل بائیں جانب الٹ گئی۔ واجد نے پلٹ کر لپٹ پڑنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ آکٹوپس کی سی

گرفت تھی۔! گردن میں قینچی بھی پڑی ہوئی تھی اور عمران کے بازوؤں کے درمیان اس کی پسلیاں بھی تڑخنے لگی تھیں۔ کھوپڑی سینے کی طرف جھکتی چلی جا رہی تھی۔

"اب کیا خیال ہے....!" عمران نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"ابے گردن ٹوٹ جائے گی.... میں تو تمہارا بزنس کرانا چاہتا تھا۔!"

"شرافت سے بات کب کی تھی تم نے....!"

"اب کروں گا.... اب کروں گا.... گردن چھوڑو....!"

"تمہارے پاس پستول تو نہیں ہے۔!"

"نہیں.... نہیں.... خود دیکھ لو....!"

عمران نے اسے دھکا دیا تھا۔ منہ کے بل دور جا گرا۔ پھر اٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ عمران اسے پلٹ کر سینے پر سوار ہو گیا۔

"ارے.... ارے.... اب کیا کر رہے ہو....!"

"تمہاری چھاتی پر سوار ہو کر چرس پیوں گا۔!"

"اٹھنے دو مجھے....!"

"انگریزی میں کہو۔!" عمران اس کے گالوں پر ہاتھ پھیر کر بڑے پیار سے بولا۔

"اے.... کیا تم پاگل ہو۔!" واجد حلق کے بل دہاڑا۔

"نہیں پاگل تم ہو کہ اتنے قابل ہونے کے باوجود بھی خانساماں ہو۔!"

"کک.... کیا.... مم.... مطلب۔!"

"کیا تم علامہ دہشت کے باورچی نہیں ہو۔!"

"تت.... تم کیا جانو۔!"

"تمہیں اسی طرح علامہ کے پاس لے جاؤں گا۔!"

"ہرگز نہیں۔!"

"ارے واہ.... کیا تم مجھے روک لو گے....!"

"مجھے اٹھنے دو....!"

"اٹھ کر کیا کرو گے.... یونہی پہنچا دوں گا۔!" عمران نے کہا۔ اور دونوں ہاتھوں سے اس کی

کنپٹیاں دبانی شروع کیں۔

"ارے.... ارے....!"

پھر تیسری بار "ارے" کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔! عمران اسے چھوڑ کر اٹھ گیا۔

"یہ کیا ہوا....!" شیلا مضطربانہ انداز میں بولی۔

"بیہوش ہو گیا ہے.... میں اسے پچھلی سیٹ پر ڈالتا ہوں۔ گاڑی تم ڈرائیو کرو گی۔!"

"کیا سچ مچ علامہ کے پاس لے جاؤ گے۔!"

"میری ہر بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔! چلو پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولو۔!"

اندھیرا بھی ایسا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ اس کا سیاہ لبادہ اُسی تاریکی میں مدغم ہو کر رہ گیا تھا۔ خوفناک شکل والا ہپی شہزور غیر مسطح زمین پر ایسی ہی آسانی سے چلا جا رہا تھا جیسے خود بھی اسی اندھیرے کا ایک متحرک جزو ہو۔!

راستہ اس قدر ناہموار تھا کہ روزِ روشن میں اس کا طے کیا جانا آسان نہ ہوتا۔ لیکن وہ کسی دشواری کے بغیر چل رہا تھا۔!

شائد تین فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے وہ ایک جگہ رک گیا۔ تھوڑی دیر قبل ایک لانچ اسے اس دور افتادہ ساحل تک لائی تھی اور وہ لانچ سے اُتر کر سیدھا اسی طرف چلا آیا تھا۔

لانچ میں بھی وہ تنہا ہی تھا۔ خود ہی لانچ کو چلاتا ہوا ساحل تک لایا تھا۔!

یہاں اس ویرانی میں پہنچ کر کچھ دیر تو وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ تین بار سیٹی بجائی تھی۔

دفعتاً ایک دراز قد کتا کسی طرف سے نمودار ہوا اور اس کے گرد اچھلنے کودنے لگا۔ ساتھ ہی اس کے حلق سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے دیر سے آنے کا شکوہ کر رہا ہو۔!

"کام ڈاؤن ٹریچی.... کام ڈاؤن....!" اس نے آہستہ آہستہ سے کہا۔ "اینڈ کم الانگ۔"

وہ پھر اسی طرف مڑ گیا۔ جدھر سے آیا تھا۔ کتا اس کے پیچھے چل رہا تھا۔! کبھی کبھی اس سے

آگے نکل کر راستہ روکنے لگتا اور وہ اسے ہاتھ سے دھکیل کر ایک طرف کر دیتا۔!

اس طرح وہ پھر لانچ تک آیا تھا۔ جیسے ہی لانچ پر بیٹھا۔ کتے نے بھی لانچ پر چھلانگ لگائی۔!

لانچ کا انجن اسٹارٹ ہوا تھا اور وہ ایک طرف روانہ ہو گئی تھی۔ کتا ہپی کی پشت سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا۔ ایک گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا تھا اور پھر لانچ ایک بار پھر ویسے ہی ویران اور تاریک ساحل سے جا لگی تھی۔

اسے ساحل کہنا بھی مناسب نہ ہوگا۔! کیونکہ جیسے ہی ہپی نے ٹارچ روشن کی تھی روشنی کا دائرہ ایک سیدھی کھڑی ہوئی چٹان پر رینگتا چلا گیا تھا.... گو خشکی تک پہنچنے کے لئے کم از کم بیس فٹ اونچی سیڑھی درکار ہوتی۔ اس نے ٹارچ بجھا دی۔ شائد یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ٹھیک ہی جگہ پر لانچ روکی ہے یا نہیں۔!

ٹارچ رکھ کر اس نے کتے کی گردن پکڑی تھی اور اسے جھنجھوڑ کر بولا تھا۔ "یل" دوسرے ہی لمحے کتے نے بھونکنا شروع کر دیا تھا۔

اس کی آواز غیر معمولی حجم والی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی لاؤڈ اسپیکر پر بھونک رہا ہو۔

جلد ہی چٹان کے اوپر روشنی دکھائی دی تھی اور اس کا فوکس نیچے کی جانب ہو گیا تھا۔ چٹان کا بیشتر حصہ روشن ہو گیا۔ اور پھر رسیوں کی ایک سیڑھی اوپر سے پھینکی گئی تھی۔ جس کا نچلا حصہ لانچ پر جھولنے لگا تھا۔ کتے کو لانچ ہی پر چھوڑ کر وہ اسی سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ کتے نے اس کا ساتھ نہ چھوڑنے کیلئے اچھل کود نہیں مچائی تھی۔ خاموش بیٹھا زبان نکالے ہانپتا رہا تھا۔

اوپر پہنچ کر ہپی نے سامنے کھڑے ہوئے آدمی سے کہا تھا۔! "میرے پاس وقت کم ہے۔ برنارڈ کو یہیں بھیج دو۔!"

"او کے باس۔!" کہہ کر وہ کسی قدر خم ہوا تھا اور دوسری طرف ڈھلان میں اترتا چلا گیا تھا۔

ہپی وہیں کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی آیا تھا اور بڑے ادب سے اُسے سلام کر کے خاموش کھڑا رہا تھا۔!

"برنارڈ۔!"

"لیس باس۔!"

"تم کو ابھی میرے ساتھ چلنا ہے! یہاں کا چارج ڈلاور کو دے دو....!"

"او کے باس....!"

"میں یہیں منتظر ہوں۔! دلاور کو انچارج بنا کر واپس آجاؤ۔!"

"لیکن باس! دلاور اس وقت موجود نہیں ہے۔!"

"اس کے لئے ایک تحریر چھوڑ آؤ۔!"

"بہت بہتر۔!"

برنارڈ چلا گیا۔ ہپی وہیں کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد برنارڈ واپس آیا تھا۔ اس کے ساتھ وہ آدمی بھی تھا جس نے ہپی کے لئے سیڑھی لٹکائی تھی۔

پھر برنارڈ اور ہپی سیڑھی سے لانچ پر اُتر گئے تھے اور سیڑھی اوپر کھینچ لی گئی تھی۔

کتا غرانے لگا تھا اور ہپی نے 'کام ڈاؤن" کہہ کر اسے خاموش کرادیا تھا۔

لانچ کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ واپسی کے لئے موڑ لی گئی۔

"شہزاد اچانک غائب ہو گیا ہے۔!" ہپی کچھ دیر بعد بولا۔!"گرین بیچ ہوٹل کے کاغذات کے مطابق تم شہزاد کے ساتھ برابر کے حصے دار کی حیثیت رکھتے ہو۔"

"مم.... مجھے علم نہیں تھا باس!" برنارڈ ہکلا کر رہ گیا۔

"تمہارے دستخط موجود ہیں کاغذات پر۔!"

"تو پھر ایسا ہی ہو گا باس! ہم تو حکم کے بندے ہیں۔!"

"اور یہی نہیں۔ شہزاد ہی کی طرح اب تم میرے قائم مقام ہو گے۔!"

"شکریہ باس!"

"دراصل.... میں کسی قدر دشواری میں پڑ گیا ہوں۔! شہر کا ایک بلیک میلر ہماری راہ پر لگ گیا ہے۔ ایک ہفتہ ہوا۔ وہ شہزاد کو اپنے ساتھ کہیں لے گیا تھا۔ اس کے بعد سے شہزاد کا کوئی پتہ نہیں۔"

"حیرت ہے وہ بلیک میلر ابھی تک زندہ ہے باس۔!"

"احتیاط سے کام لینا پڑے گا کیونکہ وہ محکمہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا بھی ہے۔!"

"آپ عمران کی بات تو نہیں کر رہے باس۔!"

"ہاں.... وہی....! انہی نالائقیوں کی بناء پر مسٹر رحمان نے اسے قریب قریب عاق ہی

کر دیا ہے۔!"

"وہ تو کریک ہے باس!اور کبھی کبھی پاگل معلوم ہونے لگتا ہے۔!"

"لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا۔ اس کے معاملے میں بے حد سنجیدہ ہوں۔ وہ پولیس کے لئے بھی کام کرتا ہے۔ پہلے لوگوں کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر وہ قابو میں نہیں آتے تو پھر پولیس کو ان کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔!"

"اسی کو تو میں پاگل پن سمجھتا ہوں۔!"

"کچھ بھی ہو اسے ٹھکانے لگانے میں احتیاط سے کام لینا پڑے گا۔!"

برنارڈ کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد ہپی نے کہا۔ "واجد تمہارے ہی یونٹ کا آدمی ہے۔...!"

"جی ہاں۔!"

"میں نے اسے ایک جگہ باورچی کی حیثیت سے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ قریباً ایک سال سے وہ وہاں کام کر رہا ہے۔ آج اسے میرا بھی ایک کام کرنا تھا۔ لیکن وہ مقررہ وقت پر نہیں پہنچا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ آخری بار وہ ساڑھے بارہ بجے دن تک گرین بیچ ہوٹل میں دیکھا گیا تھا۔ اس کے بعد سے اس کا کوئی پتہ نہیں۔! ہو سکتا ہے وہ بھی عمران کے ہاتھ لگ گیا ہو۔!"

"میں دیکھوں گا عمران کو۔ آپ فکر نہ کیجئے۔!"

"کیا تم دونوں ایک دوسرے سے واقف ہو۔!"

"میری دانست میں تو ایسا نہیں ہے۔! صرف میں اسے جانتا ہوں۔ وہ مجھے نہیں جانتا۔!"

"ایسی صورت میں تم ہوٹل سے دور رہو گے۔ لیکن ہوٹل تمہارے ہی چارج میں رہے گا۔ اسسٹنٹ منیجر کو فون پر احکامات دے سکو گے۔!"

"جیسے آپ کی مرضی۔!"

"عمران کے قبضے میں میرے دو آدمی اور بھی ہیں۔! لیکن میں نہیں جانتا کہ اُس نے انہیں کہاں رکھا ہے۔ ایک حادثے میں زخمی ہو جانے کے باعث وہ اس کے ہاتھ لگے تھے۔!"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے۔!"

"میں نے اس کے بارے میں پہلے ہی سے سن رکھا تھا۔ لیکن اس حد تک نہیں سمجھتا تھا۔ خیر دیکھوں گا۔!"

"عمران کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ میں دیکھ لوں گا۔!" برنارڈ بولا۔

"تمہارا قیام ہٹ نمبر ایک سو بیاسی میں ہو گا۔ وہ گرین بیچ ہوٹل سے زیادہ دور نہیں ہے اور اسی ساحل پر میں تمہیں وہ جگہ بھی دکھادوں گا جہاں طلب کئے جانے پر تم مجھ سے مل سکو گے۔!"

"بہت بہتر۔!"

لانچ کے انجن کا شور اندھیرے میں گونجتا رہا۔

واجد کی آنکھ کھلی تو بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔! حیرت سے چاروں طرف دیکھتا رہا تھا۔ نہ وہ ویرانہ تھا اور نہ وہ دونوں، سلیقے سے سجائی ہوئی ایک خوابگاہ تھی۔ وہ بستر سے کود کر فرش پر آیا تھا۔ اور بند دروازے کی طرف جھپٹا تھا۔ بڑی تندہی سے دروازے کے ہینڈل پر زور آزمائی کرتا رہا۔ لیکن دروازے نے جنبش نہ کی۔ تھک ہار کر پھر بستر پر آبیٹھا۔

آنکھوں میں شدید ترین الجھن کے آثار پائے جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جلد ہی پاگلوں کی طرح چیخنا چلانا شروع کردے گا۔ لیکن وہ سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر بعد پھر اٹھا تھا اور دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹنا شروع کردیا تھا۔

دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی اور ایک ہونق سا آدمی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"اچھا تو تم جاگ پڑے۔" اس نے چہک کر پوچھا۔

"ہاں میں جاگ پڑا ہوں۔ لیکن وہ مردود ہپی کہاں ہے۔ اسے اطلاع دے دو کہ میں ذرہ برابر بھی خائف نہیں ہوں! بس وہ اچانک آپڑا تھا۔ اگر اب ہاتھ آجائے تو ہڈیاں ریزہ ریزہ کر کے رکھ دوں۔!"

"کس ہپی کی بات کر رہے ہو۔!" ہونق آدمی نے حیرت سے کہا۔!" میں نے تو تمہیں شاہ دارا والی سڑک پر بیہوش پایا تھا۔!"

"اور.... اور.... میری موٹر سائیکل۔!"

"وہاں کوئی موٹر سائیکل نہیں تھی۔ میرا نام عمران ہے.... اور تمہارا....!"

"واجد۔!"

"میرا خیال ہے کہ میں نے پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھا ہے۔!"

"دیکھا ہوگا۔!" واجد نے لاپرواہی سے کہا۔ پھر سنبھل کر عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ "تم نے مجھے کسی ہسپتال میں کیوں نہیں پہنچایا۔"

"مناسب نہیں سمجھا۔!" عمران نے شرما کر کہا۔

"کیا مطلب۔!"

"تمہارے پاس ہی ایک لڑکی بھی بیہوش پڑی تھی! میں نے کہا۔ پتا نہیں کیا بات ہو۔ کہیں پولیس کیس نہ بن جائے ہسپتال پہنچانے میں۔!"

"کیا کہہ رہے ہو.... کیسی لڑکی۔!"

"جیسی ہوتی ہے.... بالکل عام لڑکی.... نہ اس کے سر پر سینگ تھے اور نہ دم ہی رکھتی تھی۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"کہاں ہے وہ۔!"

"دوسرے کمرے میں....!"

"اس نے کیا بتایا ہے....!"

"وہ بھی بوکھلا گئی تھی یہ سن کر کسی بیہوش مرد کے پاس خود بھی بے ہوش پڑی تھی۔!"

"مجھے تمہاری بات پر یقین نہیں آرہا۔ کیا وہ کوئی غیر ملکی لڑکی ہے۔!"

"ہرگز نہیں۔ سو فیصد دیسی لڑکی .... ویسے ہے خوبصورت۔!"

"میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔!"

"کیا بیہوشی سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔!"

"ایک ہپی سے میری لڑائی ہوئی تھی۔ وہ دیسی ہی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک غیر ملکی ہپی لڑکی تھی۔!"

"تو کیا تم لڑائی ہی کے دوران میں بے ہوش ہوگئے تھے۔!"

"ایسا ہی کچھ یاد پڑتا ہے۔ مجھے اس لڑکی سے ملواؤ۔"

"وہ تمہیں جانتی ہے۔ تم سے پہلے ہوش میں آئی تھی۔ اور تمہارا نام واجد ہی بتایا تھا اور یہ

بھی بتایا تھا کہ شائد تم یونی ورسٹی کے کسی پروفیسر کے خانساماں ہو۔!"

"مسٹر.... خدا کے لئے مجھے اس لڑکی سے جلد ملوا دیجئے۔!"

"کچھ بھی ہو۔ لیکن اسے اس پر حیرت ہے کہ وہ تمہارے قریب کیونکر بے ہوش پڑی پائی گئی۔ کیونکہ وہ تو اپنے گھر میں سو رہی تھی۔!"

"خواہ مخواہ.... میری وحشت میں اضافہ نہ کرو.... فوراً مجھے اس سے ملواؤ۔"

"اس لڑکی کا نام شیلا دھنی رام ہے۔!اسی پروفیسر کی شاگرد ہے۔اسکے یہاں جاتی رہتی ہے۔!"

"شیلا دھنی رام۔!" اس نے حیرت سے کہا۔!" میرے پاس بیہوش پڑی تھی۔!"

"تم جانتے ہو اسے....!"

"بالکل جانتا ہوں۔ وہ علامہ دہشت کے پاس آتی رہتی ہیں۔!"

"ہاں یاد آیا۔ اس نے پروفیسر کا یہی نام بتایا تھا۔!"

"میری عقل چکرا رہی ہے۔ آخر شیلا کا میرے پاس کیا کام۔!"

"اس بے چاری کو بھی حیرت ہے۔ لیکن اب وہ یہاں موجود نہیں اپنے گھر جا چکی ہے۔!"

"تم جھوٹے ہو۔" واجد دہاڑا۔ "تم اس ہپی کے ساتھی معلوم ہوتے ہو۔ خواہ مخواہ شیلا کا نام لے رہے ہو۔!"

"بھلا میں ایسا کیوں کرنے لگا۔ نہ کبھی کی جان نہ پہچان! تم نے میرا کیا بگاڑا ہے کہ میں تمہارے ساتھ فراڈ کروں گا۔!"

"اس ہپی نے بھی کہا تھا کہ مجھے علامہ کے پاس لے جائے گا۔!"

"میں کسی ہپی وپی کو نہیں جانتا۔ جو کچھ گذری ہے وہی سنا رہا ہوں۔!"

"شیلا کا نام کیوں لیا تم نے۔ تم کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ میرے پاس ہی بے ہوش پڑی پائی گئی تھی....!"

"میں ثابت کر سکتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے یہ بتاؤ کیا تم نے انگلش میں ایم اے کیا تھا۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"مجبوراً یہ سوال کیا ہے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"تم بے ہوشی کے عالم میں ہیملٹ کے ڈائیلاگ بول رہے تھے۔ اُس کے بعد انفرنو کے کئی بند سنائے تھے۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتا۔ تم اسی حرامزادے ہپی کے کوئی ساتھی ہو۔! اچھا ثابت کرو کہ شیلا میرے پاس ہی بیہوش پڑی تھی۔!"

"شائد وہ ابھی اپنے گھر نہ گئی ہو۔ بلوائے لیتا ہوں۔!"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔!"

"یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ میرا نہیں۔ ویسے مجھے بھی دراصل ایک عرصہ سے ایم اے پاس باورچی کی تلاش تھی۔ لیکن انگلش والا۔ اردو والا تو مثنوی زہر عشق پکا کر رکھ دے گا۔"

"میں کیا کروں۔" واجد نے بھنا کر اپنے سر پر دو ہتھڑ مارا۔

"علامہ کو چھوڑ کر میرے پاس چلے آؤ۔!"

"مجھے یقین ہے کہ تم اسی ہپی کے ساتھی ہو۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ اب وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ کچھ دیر قبل والے احمقانہ تاثرات چہرے سے غائب ہو گئے تھے۔

واجد بھی گڑبڑا گیا۔ کچھ کہنا چاہا تھا لیکن صرف ہونٹ ہل کر رہ گئے تھے۔ آواز نہیں نکلی تھی۔!

"تم نے میرے دوست کی توہین کی تھی۔!" وہ بالآخر غرایا "تم نے اس سے ایسی باتیں کی تھیں جیسے اسے عورتوں کا دلال سمجھتے ہو۔!"

"وہی بات نکلی نا آخر؟ تم اسی ہپی کے ساتھی ہو۔!"

"اور اب تمہیں بہتیری باتوں کی وضاحت کرنی ہے۔!"

"میں کسی بات کا بھی جواب نہیں دوں گا۔ مجھے باہر جانے دو۔!"

"باہر نکلنے کی کوشش کر کے دیکھو۔!"

"تم مجھے نہیں روک سکو گے!" واجد دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا تھا اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

اس غیر متوقع برتاؤ نے اسے غصے سے پاگل بنا دیا۔ وحشیانہ انداز میں عمران پر ٹوٹ پڑا تھا۔ لیکن یہ اور بات ہے کہ سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا ہو۔ عمران تو بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ

گیا تھا۔

واجد کے حلق سے مغلظات کا طوفان امنڈ پڑا۔ اس نے پھر حملہ کیا تھا۔ اس بار عمران نے جھکائی دے کر اس کے پیٹ پر مکا رسید کر دیا۔ پیٹ دبائے ہوئے دہرا ہوا تو دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں پشت پر پڑیں۔ اور وہ منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ عمران نے سواری گانٹھ دی۔

"اور اب تم بتاؤ گے کہ علامہ کے لئے حقیقتاً کیا کرتے ہو۔!" اس نے اسے رانوں اور بازوؤں سے جکڑتے ہوئے کہا۔

واجد بُری طرح چیخنے لگا تھا۔

"سچی بات معلوم کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔ خواہ تمہاری ایک آدھ پسلی کی ہڈی ہی کیوں نہ ٹوٹ جائے۔!" عمران اپنے دباؤ کو بتدریج بڑھاتا ہوا بولا۔

"چھوڑو.... چھوڑدو.... بتاتا ہوں۔!"

عمران نے گرفت ڈھیلی کر دی لیکن اس پر سے ہٹا نہیں تھا۔

"مم.... میں حقیقتاً شہزاد کا ملازم ہوں۔ اسی کے حکم سے میں نے علامہ کی ملازمت اختیار کی تھی۔!"

"شائد تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ گرین بیچ ہوٹل کے باورچی ہو۔!"

"میں باورچی نہیں ہوں۔! بازار پرچیزر کی حیثیت سے تقرر ہوا تھا۔! گریجویٹ ہوں۔ چونکہ تنخواہ معقول سے بھی کہیں زیادہ تھی اس لئے اس ملازمت کو بہتر سمجھا تھا۔ لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد شہزاد نے مجھے علامہ کے گھر بجھوا دیا۔ اس طرح میری اصل آمدنی میں علامہ کی طرف سے ملنے والی تنخواہ کا بھی اضافہ ہو گیا.... کیا فرق پڑتا ہے اس سے کہ میرا کام محض باورچی خانے کی نگرانی کرنا ہے.... ورنہ سبھی جانتے ہیں کہ علامہ اپنا کھانا خود پکاتا ہے۔ میں مہمانوں کے لئے چائے وائے بنا دیا کرتا ہوں۔ اور آمدنی کے اعتبار سے پورے ملک کا کوئی گریجویٹ میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔!"

"اس نے تمہیں علامہ کے گھر کیوں بجھوا دیا تھا۔!"

"علامہ کے ملنے جلنے والوں پر نظر رکھنے کے لئے روزانہ رپورٹ شہزاد کو دینی پڑتی ہے۔ جو

صرف ناموں کی فہرست پر مشتمل ہوتی ہے۔!"

"کیسے نام۔!"

"یعنی کہ اس دن علامہ کے پاس کون کون آیا.... اور دوسرا کام یہ ہے کہ ہر سنیچر کی شب کو ایک غیر ملکی ہپی لڑکی کا انتظام کرنا۔!"

"کس کے لئے۔!"

"یہ میں نہیں جانتا.... !گرین ہٹس میں ایک ہٹ ہے جس کا نمبر ایک سو بیاسی ہے۔ سنیچر کی شب کو کسی نہ کسی غیر ملکی ہپی عورت کو وہاں پہنچانا پڑتا ہے۔ میں نے وہاں کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ جب میں عورت سمیت وہاں پہنچتا ہوں تو ہٹ خالی ملتا ہے۔! حکم ہے کہ جیسے ہی گھنٹی کی آواز سنوں عورت کو ہٹ میں چھوڑ کر خود باہر چلا جاؤں۔ اور یہ معلوم کرنے کی کوشش ہرگز نہ کروں کہ اس ہٹ میں کون رہتا ہے۔"

"یہ ساری ہدایات تمہیں شہزاد سے ملتی ہیں۔!"

"یہ ایک مستقل آرڈر ہے۔ روز روز ہدایات نہیں ملتیں۔!"

"شہزاد کا آرڈر۔!"

"ہاں۔ اسی کا آرڈر ہے۔!"

"کل کی رات تو خالی گئی۔ پھر کیا ہوگا۔!"

"میں نہیں جانتا شہزاد بھی تو پچھلے ہفتے سے غائب ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔!"

"شہزور نامی کسی آدمی کو جانتے ہو۔!"

"نہیں.... یہ نام میرے لئے نیا ہے۔!"

"کیا خیال ہے؟ شہزادا اپنے ہی لئے ہپی عورتیں منگواتا ہے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ ایک نڈر اور بے باک آدمی ہے۔ اتنی سی بات کے لئے اتنی رازداری کی کیا ضرورت ہے۔!"

"تو پھر۔!"

"ارے اب تو ہٹو... چھوڑو مجھے دم گھٹ رہا ہے۔ خدا جانے کس عذاب میں پھنس گیا ہوں۔ اگر تم پولیس کے آدمی ہو تو میری آنکھیں حوالات میں کیوں نہیں کھلیں۔ یہ اتنا شاندار کمرہ..!"

عمران اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ واجد کچھ دیر فرش ہی پر بیٹھا ہانپتا رہا۔ پھر اٹھ کر مسہری پر بیٹھ گیا۔

"میرا تعلق پولیس سے نہیں ہے۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"تو پھر اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔!" واجد نے نتھنے پھلائے تھے۔

"جب دو بد معاش آپس میں ٹکراتے ہیں۔ تب بھی یہی ہوتا ہے۔!"

"اوہ.... تو تم شہزاد کے کوئی کاروباری حریف ہو۔!"

"یہی سمجھ لو۔!"

"شہزاد کہاں غائب ہو گیا۔!"

"چھپتا پھر رہا ہے۔ ہم لوگوں کے ڈر سے!" عمران نے لا پرواہی سے کہا۔ "میں اس کے آدمیوں کو اس لئے گھیر رہا ہوں کہ اس کا سراغ مل سکے۔!"

"لیکن وہ ٹاپ مین نہیں ہے!" واجد نے کہا۔! "سارے ملازمین جانتے ہیں کہ اس کے اوپر بھی کوئی ہے۔!"

"ہو سکتا ہے۔!" عمران نے لا پرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اگر مجھے کوئی معقول ملازمت مل جائے تو شہزاد پر لعنت بھیج سکتا ہوں۔!" واجد نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔!

"ہم اپنے حریفوں کے آدمیوں کو ملازم نہیں رکھتے۔!"

"کان میں بات ڈال دی ہے۔!" واجد نے بے تکلفانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "اگر کبھی خیال ہو تو مجھے تیار پاؤ گے۔!"

"تمہیں اب جانا کہاں ہے؟"

"کیا مطلب۔!" واجد چونک پڑا۔

"جب تک شہزاد ہاتھ نہ آجائے یہیں بند رہو گے۔ نکل بھاگنے کی کوشش کی تو گولی مار دی جائے گی۔!"

"آخر مجھے روکے رکھنے سے کیا فائدہ۔!"

"میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو۔!"

"مم.... میں نہیں سمجھا۔!" واجد ہکلایا۔

پچھلی رات تم ہٹ نمبر ایکسو بیاسی میں ہی عورت نہیں پہنچا سکے تھے اور علامہ کے گھر سے بھی غائب رہے ہو۔! کیا یہ خلافِ معمول نہیں ہے۔!"

"بالکل خلافِ معمول ہے۔ جب سے یہ کام سونپا گیا ہے کبھی ناغہ نہیں ہوا۔!"

"بس تو پھر سمجھ لو تمہاری موت ہی آواز دے گی۔ اگر تم نے ان لوگوں کی طرف واپس جانے کی کوشش کی۔!"

واجد کسی سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے چہرے سے سراسیمگی ظاہر ہو رہی تھی۔

کیپٹن خاور نے فون پر عمران کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ اور دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سن کر عمران سے گفتگو کی خواہش ظاہر کی تھی۔

"وہ تو کئی دن سے غائب ہیں جناب۔!" سلیمان نے جواب دیا۔

خاور نے سلسلہ منقطع کر کے سائیکو مینشن کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ یہاں عمران سے گفتگو ہو ہی گئی۔

"کیا قصہ ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"ایکس ٹو کی ہدایت کے مطابق تمہیں اطلاع دی جارہی ہے کہ گرین ہٹ نمبر ایک سو بیاسی میں جوزف برنارڈ نام کا ایک دیسی عیسائی مقیم ہے! بزنس مین ہے۔ تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے یہاں آیا ہے۔ پچھلی ہی رات کو یہاں پہنچا ہے۔ اس سے پہلے ہٹ خالی تھا۔!"

"کہاں سے آیا ہے۔!"

"رحیم آباد سے.... وہاں اس کا قالین بافی کا کارخانہ ہے۔!"

"اس پر نظر رکھو۔!"

"اس کے لئے مجھے کوئی ہٹ کرائے پر لینا پڑے گا۔!"

"آس پاس کوئی ہٹ خالی ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"ایک سو ستاسی نمبر.... خالی ہے۔!"

"پندرہ دن کے لئے حاصل کرلو۔!"

"اس کے لئے ایکس ٹو سے ہدایت لینی پڑے گی۔!"

"میں کہہ رہا ہوں۔ میری ذمہ داری ہے۔ اگر ایکس ٹو نے اخراجات کی ادائیگی سے انکار کر دیا تو میں ادا کروں گا۔!"

"بہت بہتر۔! جوزف اور صفدر کس حال میں ہیں۔!"

"تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہیں۔ فکر نہ کرو۔!"

"اور کوئی خاص بات۔!"

"کچھ نہیں۔! برنارڈ کی کڑی نگرانی ضروری ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم تنہا کافی نہ ہو گے۔ سارجنٹ نعمانی کو بھی بُلالو۔!"

"اچھی بات ہے۔!" خاور نے کہا اور سلسلہ منقطع ہی کرنے والا تھا کہ عمران کی آواز آئی۔ "ایک بات اور ہے۔"

"وہ بھی جلدی سے بتادو۔!"

"ہٹ نمبر ایک سو بیاسی میں ٹیلی فون ہے یا نہیں۔!"

"آثار تو پائے جاتے ہیں۔!"

"اس کا فون ٹیپ کرنے کا بھی انتظام کرو۔!"

"اس طرح تین آدمی ہو جائیں۔ میں، نعمانی اور ٹیکنیشن....!"

"کوئی فکر کی بات نہیں۔!"

"تو خود ہی وہاں سے کسی کو بھیج دو۔!"

"اچھی بات ہے! میں دیکھتا ہوں۔!"

خاور سلسلہ منقطع کر کے ٹیلی فون بوتھ سے باہر آگیا۔! تھوڑی دیر بعد ہٹ نمبر ایک سو ستاسی کا معاملہ بھی طے ہو گیا تھا۔

اور پھر دو گھنٹے کے اندر ہی اندر سارجنٹ نعمانی بھی ایک ٹکنیشن سمیت وہاں پہنچ گیا تھا۔!

"یہ کام تو رات ہی کو ہو سکے گا....!" ٹیکنیشن نے بتایا۔

"اچھی بات ہے.....!اس کے لئے کسی مخصوص وقت کا تعین نہیں کیا گیا۔ لہذا جب تمہیں آسانی ہو!" خاور بولا۔

"بہت دنوں کے بعد کوئی ڈھنگ کا کام ہاتھ آیا ہے۔!" نعمانی نے رائے ظاہر کی۔

"یعنی تم ساحلِ سمندر پر چھٹیاں گزارنا فرض کرلو گے۔!" خاور بولا۔

"مفروضات ہی کے سہارے زندگی گذری جارہی ہے۔!"

"وہ ہٹ سے ابھی تک باہر نہیں نکلا۔!"

"کون.....!" نعمانی نے پوچھا۔

"برنارڈ نام کا ایک بزنس مین ہے!نام بھی نہ معلوم ہو سکتا لیکن میں نے وبائی امراض کے ایک گشتی سرکاری ڈاکٹر کا رول ادا کیا تھا۔ براہِ راست اُسی سے اُس کے بارے میں سوالات کئے تھے۔!"

"لیکن یہ طریقہ.....!" نعمانی کے لہجے میں تشویش تھی۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ آس پاس والوں نے لاعلمی ظاہر کی تھی۔ ظاہر ہے کہ پچھلی رات ہی کو تو یہاں آیا ہے۔!"

"عمران کا خیال ہے کہ ہمیں بہت محتاط رہنا پڑے گا۔!" نعمانی بولا۔

"عمران کو پوری طرح مسلط کر دیا گیا ہے ہم پر۔!"

"تمہارا خیال درست ہے۔!" نعمانی نے کہا۔"جولیا ہی کے توسط سے اسے ایکس ٹو کے پیغامات ملتے ہیں۔!"

خاور کچھ نہ بولا۔

دن بھر وہ ہٹ نمبر ایک سو بیاسی کی نگرانی کرتے رہے تھے۔ لیکن کوئی باہر نہیں نکلا تھا۔ دوپہر کو کسی ہوٹل کا ویٹر برنارڈ کے لئے کھانا پہنچا گیا تھا۔ اور پھر برتن بھی واپس لے گیا تھا۔!

"اگر یہ شخص تفریح کی غرض سے یہاں آیا ہے تو پھر اس گوشہ نشینی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔!" نعمانی خاور کو دیکھ کر بولا۔!"کیا وہ صورت سے بیمار لگتا تھا۔!"

"نہیں ایسی کوئی بات میں نے مارک نہیں کی تھی۔!"

جس ہٹ میں انہوں نے قیام کیا تھا اس میں فون نہیں تھا۔ اس لئے خاور کو پھر ٹیلی فون بوتھ تک جانا پڑا تھا۔ اور اس کی ضرورت یوں پیش آئی تھی کہ خاور نے محسوس کیا تھا کہ خود ان

کی بھی نگرانی کی جا رہی ہے۔

عمران سائیکو مینشن ہی میں ملا تھا۔ خاور نے اسے صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ فون ٹیپ کیا جا سکے۔!"

"ٹیکنیشن کو واپس بھیج دو۔ لیکن تم دونوں وہیں ٹھہرو گے۔!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "کوئی بے احتیاطی ہوئی ہے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"جب وہ شخص پچھلی رات ہی کو وہاں پہنچا ہے تو پھر تم نے اس کے بارے میں معلومات کس طرح حاصل کی تھیں۔!"

"خود اس سے۔! وبائی امراض کا گشتی سرکاری ڈاکٹر بن کر۔!"

"بہت اچھے.... قیام تو ہو نہیں سکتا۔ سرکاری ڈاکٹروں جیسے بے چارے مٹر گشتی کیا فرمائیں گے۔ اس دولت مند ملک میں گشتی ڈاکٹر جیسی گھٹیا چیز نہیں پائی جاتی۔ براہِ راست پوچھ گچھ کرنی تھی تو پیشہ ور عورتوں کے دلال بن گئے ہوتے۔ بکثرت پائے جاتے ہیں یہاں۔!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"یہ حکمت کی باتیں ہیں۔ بکواس نہیں۔ چیف سے پوچھوں گا کہ آخر اس کے باضابطہ ماتحت سنِ بلوغ کو کب پہنچیں گے۔!"

"کام کی بات کرو گے یا بند کر دوں فون۔!" خاور جھنجھلا کر بولا۔

"کام کی بات یہ ہے کہ اب واپس جا کر ہٹ سے باہر مت نکلنا۔ ورنہ چیف بھی تمہاری زندگیوں کی ضمانت نہیں دے سکے گا....! ٹھہرو۔ سنو۔ ابھی شائد میں نے کہا تھا کہ ٹیکنیشن کو واپس بھیج دو۔ لیکن اب اسے بھی اپنے ساتھ ہی روکے رکھو۔!"

"کیا تم سنجیدہ ہو۔!"

"اسی طرح جیسے موت برحق ہے۔!"

"تو ہم صرف ہٹ ہی تک محدود ہو کر رہ جائیں۔!"

"مناسب یہی ہوگا.... تمہارے طریق کار نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔ یا پھر....!"

"کہو.... کہو.... رُک کیوں گئے۔!"

"کچھ نہیں" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

خاور نے ناگواری سے سر کو جنبش دی تھی اور ریسیور ہک سے لگا کر باہر نکل آیا تھا۔ واپسی پر اُسے تعاقب کا احساس ہوا تھا۔ اور اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ تعاقب کرنے والا انہی دو آدمیوں میں سے تھا جو خود ان کے ہٹ کی نگرانی کر رہے تھے۔!

خاور ہٹ دھرم نہیں تھا۔ اسے پوری طرح احساس تھا کہ براہِ راست قسم کی چھان بین بہر حال طریق کار کی خامی ثابت ہوتی ہے! لیکن اب کیا ہو سکتا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اور بظاہر اس غلطی کا ازالہ ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ ہٹ میں پہنچ کر اس نے اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

"ٹھیک ہے!" نعمانی سر ہلا کر بولا۔!"بیٹھو اطمینان سے.... دیکھا جائے گا۔!"

"بھوکے مر جائیں گے۔! یہاں تو فون بھی نہیں ہے کہ مسٹر برنارڈ کی طرح کسی ہوٹل کی اکسٹرنل سروس طلب کر لیں گے۔!"

"اندھیرا پھیلنے دو.... میں کھانا لاؤں گا۔!" نعمانی نے کہا "ویسے تم نے اچھا کیا کہ یہاں کی سچویشن سے ہیڈ کوارٹر کو آگاہ کر دیا۔!"

"کیسی حماقت سر زد ہوئی تھی مجھ سے۔!"

"سب چلتا ہے۔!"

اور پھر آٹھ بجے کے قریب نعمانی ہٹ سے باہر نکلا تھا۔ اور ایک ساحلی ہوٹل کی طرف چل پڑا تھا۔ اپنی دانست میں خاصا چوکنا بھی تھا۔ لیکن جب ایک ویران گوشے میں اچانک دو آدمی اس پر ٹوٹ پڑے تو بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لینے کا بھی موقع نہ مل سکا۔!

گردن پر کسی وزنی چیز کی ضرب پڑی تھی اور وہ اوندھے منہ ریت پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ ضرب ایسی ہی شدید تھی کہ ہوش و حواس برقرار رکھنے کے لئے ڈوبتے ہوئے ذہن سے جنگ کرنی پڑی تھی۔ لیکن پوز یہی کر تا رہا تھا جیسے گرتے ہی بے حس و حرکت ہو گیا ہو۔

"اٹھاؤ اسے!" ایک کو دوسرے سے کہتے سُنا۔

"گاڑی دور ہے۔! کسی نے دیکھ لیا تو زحمت ہو گی۔ تم گاڑی ادھر ہی لاؤ۔!" دوسرا بولا تھا۔

"ٹھیک ہے.... میں جا رہا ہوں.... تم بھی اس کے قریب ہی لیٹ جاؤ.... تاکہ دُیکھے نہ

جا سکو۔!"

"فکر نہ کرو.... جاؤ....!"

پھر سناٹا چھا گیا۔ ریت پر قدموں کی آواز بھی نہیں سنائی دی تھی۔ ویسے نعمانی نے یہی اندازہ لگایا کہ ان میں سے ایک وہاں سے چلا گیا ہے۔

دوسرے آدمی نے اپنے ساتھی کے مشورے پر عمل کرنے کی بجائے نعمانی کے قریب دو زانو بیٹھ جانے کو ترجیح دی تھی۔ پھر وہی جھک کر شائد یہ دیکھنے لگا تھا کہ نعمانی ہوش میں تو نہیں آرہا۔ نعمانی کے نزدیک کچھ کر گزرنے کے لئے یہ ایک بہترین موقعہ تھا۔ لہذا اُس نے اچھل کر اپنی کھوپڑی اُس کے ناک پر رسید کر دی۔

"اُووف۔!" خوفزدہ سے انداز میں کراہ کر دوسری طرف الٹ گیا۔ دوسرے ہی لمحے نعمانی اس پر چڑھا بیٹھا گردن پر دباؤ ڈال رہا تھا۔

"ارے کیا کر دیا ستیاناس!" قریب ہی سے آواز آئی۔

اور اگر نعمانی آواز پہچان نہ لیتا تو اس کے ہولسٹر سے ریوالور بھی نکل آیا ہوتا۔ یہ عمران کی آواز تھی۔

"چھوڑو.... ہٹو....!" وہ قریب پہنچ کر بولا۔

نعمانی نے فوراً اس مشورے پر عمل کیا تھا.... اندھیرے میں عمران کی شکل نظر نہیں آئی تھی۔ لیکن وہ اس کے قریب ہی موجود تھا۔

"بیہوش ہو گیا!" عمران پر تشویش لہجے میں بولا۔!"اگر تم ہی بیہوش ہو جاتے تو کیا حرج تھا۔!"

"کیا مطلب۔!"

"تمہیں لاوارثوں کی طرح تو نہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔! میں دیکھتا کہ آخر وہ تمہیں کہاں لے جاتے ہیں۔!"

"تو پھر اب کیا کیا جائے۔!"

"تم کھسکو یہاں سے.... میں اس کے برابر لیٹا جاتا ہوں۔ اسے بھی وہ تمہارے برابر ہی لیٹ جانے کا تو مشورہ دے گیا ہے۔!"

"میدان صاف ہے! ان دونوں کے علاوہ اور کوئی تمہاری نگرانی نہیں کر رہا تھا تم خاور ا،

ٹیکنیشن کو ساتھ لے کر اب یہاں سے چلے جاؤ۔ ہیڈ کوارٹر میں میرا انتظار کرنا۔!"

"بہت بہتر.....!" نعمانی پھرتی سے اٹھا تھا اور واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔ اس بات کو بھی تو ملحوظ رکھنا تھا کہ کہیں حملہ آور کے دوسرے ساتھی سے نہ مڈ بھیڑ ہو جائے۔

گردن پر لگنے والی چوٹ اب تکلیف دہ ہوئی جا رہی تھی۔ شدید درد تھا۔

بہر حال کسی نہ کسی طرح ہٹ تک پہنچا تھا اور جلدی جلدی اپنی روداد دہرا کر بولا تھا۔!" جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے نکل چلو۔!"

"عمران تنہا تھا؟" خاور نے پوچھا۔

"میری دانست میں تنہا ہی تھا۔!"

"کیا یہ مناسب ہوگا کہ اسے تنہا چھوڑ دیا جائے۔!"

"یار کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔ نکلو یہاں سے.....!"

وہ بھاگم بھاگ اس جگہ پہنچے تھے جہاں تفریح کے لئے آنے والے اپنی گاڑیاں پارک کرتے تھے۔ ان کی گاڑی بھی وہیں کھڑی تھی۔

وہ دونوں ابھی تک بے ہوش تھے۔ اور عمران ان کے قریب ہی ایک آرام کرسی پر نیم دراز علامہ دہشت کی ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کچھ دیر قبل نعمانی کی وجہ سے وہ نہیں ہو سکا تھا جو عمران کے ذہن میں تھا۔ لہٰذا پھر یہی ہوا تھا کہ اُس نے بے ہوش آدمی کے دوسرے ساتھی کو بھی بے بس کر کے بیہوش کیا تھا اور دونوں کو سائیکو مینشن اٹھا لایا تھا۔!

دونوں کی بے ہوشی اندازے سے زیادہ طویل ہو گئی تھی۔

وہ کچھ دیر اور انتظار کرتا رہا تھا۔ پھر انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر کمرے سے باہر آ گیا تھا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے فون پر اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے۔ لیکن فوری طور پر جواب نہ ملا۔ گھڑی دیکھی گیارہ بجے تھے۔! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ سلیمان اتنی جلدی سو گیا

ہو۔ فلم دیکھنے بھی نہیں جاسکتا تھا کیونکہ عمران نے فلیٹ ہی تک محدود رہنے کے لئے سختی سے تاکید کی تھی۔

اس نے پھر نمبر ڈائیل کئے۔ تیسری بار سلیمان کی بھرائی ہوئی سی آواز سنائی دی تھی۔

"ابے کیا اتنی جلدی سو گیا تھا۔!"

"افیون کھائی تھی۔!"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"باہر بھی تو نہیں جاسکتا۔! اور نہ ہر وقت کائیں کائیں ہی سُنی جاتی ہے اس لئے دھوکے سے اسے بھی افیون دے دیتا ہوں۔ اور خود بھی تھوڑی سی۔!"

"گھر بھی لٹوائے گا! اور خود جان سے بھی جائے گا۔!"

"پھر کیا کروں۔؟ کہاں سر دے ماروں....!"

"آج کتنی کالیں آئی تھیں....!"

"صرف ایک آدمی کئی بار فون کر چکا ہے اور ایک ہی جملہ کہہ کر ریسیور رکھ دیتا ہے....!"

"کیا کہتا ہے؟"

"عمران سے کہہ دو کیوں شامت آئی ہے۔!"

"تو پھر کہہ دے۔!"

"کیا کہہ دوں۔!"

"وہی جو وہ کہتا ہے۔!"

"کہہ تو دیا۔!"

"اچھی بات ہے۔! اور کل تم دونوں کوٹھی چلے جاؤ۔!"

"کیوں؟ کیوں۔!"

"بس یونہی جوزف بھی فلیٹ میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے تم دونوں کی طرف سے تشویش رہتی ہے۔ کوئی کچھ پوچھے تو کہہ دینا کہ میں نے نکال باہر کیا ہے۔!"

"آخر کیوں۔!"

"اس بار جس سے یاد اللہ ہوئی ہے بے حد کمینہ معلوم ہوتا ہے۔ میرے جسم پر رینگنے والی

چیونٹی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اگر میرا کچھ نہ بگاڑ سکا۔!"

"اس کا پتہ بتایئے۔ گلرخ کو اس کے پیچھے لگادوں گا۔!"

"مت بکواس کر۔ جو کچھ کہا ہے اس پر صبح ہی عمل ہونا چاہئے۔ فلیٹ میں تالا ڈال دے۔!"

"ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔!"

"بکواس ہی کئے جائے گا۔!"

"کوٹھی کس منہ سے جاؤں۔!"

"گلرخ سے کہہ۔ وہ کوئی تدبیر کرلے گی۔!"

"بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے آپ نے....!"

"جوزف ہوتا تو فکر نہ ہوتی۔!"

"اچھی بات ہے۔!" سلیمان نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"عمران نے سلسلہ منقطع کر کے رانا پیلس کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"کیا خبر ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے! واجد بے حد خائف ہے! خوشامدیں کر رہا ہے کہ اسے باہر نکلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔!"

"مرنا نہیں چاہتا! جس سے بھی سابقہ پڑا ہے بے حد چالاک آدمی ہے! ہٹ نمبر ایک سو بیاسی کو ہمارے لئے ٹریپ بنانے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری باخبری کا احساس ہوتے ہی برنارڈ وہاں سے غائب ہو جائے گا۔!"

"کیا کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے۔!"

"بہت ہی خاص۔ یہ تینوں بال بال بچ گئے۔!" عمران نے کہا اور ہٹ نمبر ایک سو بیاسی کی کہانی دہرانے لگا۔!

"خاور کی بے احتیاطی کہئے....!" بلیک زیرو بالآخر بولا تھا۔

"اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ ٹریپ تو پہلے ہی سے تیار تھا۔ واجد کے غائب ہو جانے کا علم ہوتے ہی اس نے وہ ٹریپ ہمارے لئے تیار کیا ہوگا۔ خاور کی حماقت تو میرے لئے الارم بن گئی۔

ورنہ شائد پھنس ہی جاتا۔!"

"میری دانست میں علامہ کی فیلڈ اتنی وسیع نہیں ہو سکتی۔!"

"شہزور بھی تو ایک نام ہے۔! ان دونوں میں کیا تعلق ہے۔ یہ دیکھنا ہے کہ دونوں میں سے کون کس کا زیردست ہے۔!"

"شہزاد کی گمشدگی کی اطلاع پولیس کو دے دی گئی ہے۔!"

"کس کی طرف سے۔!"

"ہوٹل کے اسسٹنٹ منیجر کی طرف سے۔!"

"ٹھیک ہے چلنے دو۔!"

"اس کی لاش کا کیا ہوگا۔!"

"فکر نہ کرو۔ وہ سرد خانے میں آرام سے ہے۔!"

"آپ علامہ اور شہزور میں سے کس پر زیادہ زور دے رہے ہیں۔!"

"فی الحال کسی پر بھی نہیں۔ زیادہ فکر اس کی ہے جس کے لئے جولیا کو یہاں سے بھیجا گیا ہے۔!"

"وہ تو علامہ ہی کا معاملہ ہے۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ شہزور میرے اور اس کے درمیان کیوں آ گیا ہے۔!"

"جی ہاں! یہ دیکھنے کی بات ہے۔!"

"اور دونوں کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے۔! علامہ جیسے لوگ کسی کے زیردست ہونا پسند نہیں کرتے۔ ادھر شہزور کے بارے میں جتنی بھی معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کی روشنی میں وہ بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی بالادستی پسند نہیں کرے گا۔!"

"ایک ہی شخص کے دو روپ بھی ہو سکتے ہیں۔!"

"اس کا بھی امکان تھا۔! لیکن واجد کی دریافت نے اس نظریئے پر بھی نہیں جمنے دیا۔ وہ شہزاد کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتا۔! بھلا علامہ اتنے گھماؤ پھراؤ والے راستے کیوں اختیار کرے گا۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"فرض کرو! علامہ اور شہزور ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں۔ شہزور شہزاد کا باس ہے! اس صورت میں یہ سوچو کہ واجد کا علامہ کے گھر باورچی کی حیثیت سے رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس

کے بیان کے مطابق شہزاد ہی نے اُسے اس کام پر لگایا تھا۔!"

"واقعی کسی نتیجے پر پہنچنا آسان نہیں معلوم ہوتا۔!"

"دوسری طرف شہزاد بھی علامہ کے مخصوص شاگردوں میں سے تھا۔!"

"تو پھر اب برنارڈ کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے۔!"

"خاور اور نعمانی کو وہاں سے ہٹا کر صدیقی اور چوہان کو اس کی نگرانی پر مامور کر دیا گیا ہے۔ وہ براہِ راست تمہیں رپورٹ دیں گے۔!"

"بہت بہتر۔ میں جاگتا رہوں گا۔!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اب وہ پھر اسی کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں ان دونوں کو چھوڑا تھا۔

وہ ہوش میں آچکے تھے اور گردنیں ڈالے ہوئے پڑے تھے۔! عمران کو دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔!"نہیں اسی طرح آرام سے لیٹے رہو۔!"

"ہم کہاں ہیں۔!" ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔!

"پتا نہیں کہاں ہوتے اگر میں ٹھیک وقت پر نہ پہنچا ہوتا۔!" عمران مسکرا کر بولا۔"کیا تم لوگ رات کا کھانا کھا چکے تھے۔!"

"موقع ہی نہیں ملا تھا۔!"

"کھانے سے پہلے کیا پیو گے۔!"

"ارے اس کی تکلیف نہ کیجئے۔!"

"نہیں کچھ ہلکی پھلکی سی..... بیئر منگواؤں.....!"

"تکلیف ہی کر رہے ہیں تو جن منگوا لیجئے۔!"

"ابھی لو۔!" عمران نے کہا اور انٹر کوم کے قریب پہنچ کر بولا۔!"مہمان خانے میں جن اور سوڈا پہنچاؤ اور کھانے کے لئے بھی کچھ.....!"

وہ دونوں تذبذب کے عالم میں اسے دیکھے جا رہے تھے۔ عمران ان کی طرف مڑا تو وہ گڑبڑا گئے اور ان میں سے ایک ہکلایا۔"آخر ہم ہیں کہاں۔!"

"دوستوں کے درمیان۔ اس لئے زیادہ جاننے کی کوشش نہ کرو۔!"

"کیا وہ بھی پکڑا گیا ہے۔؟"

"نہیں وہ نکل گیا۔!"

"ہم نے پوری پوری کوشش کی تھی۔!"

"مجھے علم ہے.... اور میں اسی لئے وہاں بھیجا گیا تھا کہ تمہاری لاعلمی میں تمہاری حفاظت کرتا رہوں۔!"

وہ کچھ نہ بولے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"باس بہت باخبر آدمی ہے۔!" عمران بولا۔

"باس!" تحیر آمیز لہجے میں کہا گیا۔ "کیا وہ ہم چھوٹے آدمیوں کے احوال سے بھی باخبر رہتا ہے۔!"

"بالکل۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمہیں ان لوگوں کے چنگل سے کیسے نکال سکتا۔ لیکن کبھی کبھی باس کا یہ طریق کار کام کرنے والوں کو دشواری میں بھی ڈال دیتا ہے۔!"

وہ دونوں اسے ایسے انداز میں دیکھنے لگے جیسے بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔ عمران سر کو جنبش دے کر وضاحت کرنے لگا۔

"جس نے بھی تمہیں اس کام پر لگایا تھا اسے باس سے مسلسل رابطہ رکھنا چاہئے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ تمہیں کس نے ہٹ نمبر ایک سو بیاسی کی نگرانی کرنے کا حکم دیا تھا۔!"

"برنارڈ صاحب نے۔!"

"بالمشافہ۔!"

"نہیں فون پر۔!"

"تمہیں معلوم ہے کہ ہٹ نمبر ایک سو بیاسی میں کون رہتا ہے۔!"

"ہمیں نہیں بتایا گیا دراصل ہم سے کہا گیا تھا کہ ان لوگوں پر نظر رکھیں جو ہٹ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی کہیں اور جائے تو اس کا تعاقب کریں اور پوری رپورٹ فون پر برنارڈ صاحب کو دیں۔!"

عمران کچھ اور کہنے والا تھا کہ شراب اور اس کے لوازمات آ گئے۔

"پہلے پیاس بجھاؤ۔ پھر باتیں ہوں گی۔!" عمران مسکرا کر بولا۔

انہوں نے اسے بھی شغل میں شریک کرنا چاہا تھا۔ لیکن عمران سر ہلا کر بولا۔ "شکریہ میں ناوقت نہیں پیتا۔"

دوسری بار گلاس لبریز کرتے وقت ان میں سے ایک چہکا۔ "اب جان میں جان آئی ہے۔!"

"بے تکلفی سے پیئو۔!" عمران نے کہا۔ "اور بے تکلفی ہی سے مزید طلب کرو۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"کون سی بات۔!"

"جب تم سے صرف تعاقب کرنے کو کہا گیا تھا تو تم اس پر ٹوٹ کیوں پڑے تھے۔!"

"اوہ.... یہ بھی تو کہا گیا تھا کہ اگر ان میں سے کوئی ہاتھ لگ سکے تو اسے بے بس کر کے ستنام ہاؤز پہنچا دیا جائے۔!"

"ستنام ہاؤز۔!" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ پھر انہیں غور سے دیکھتا ہوا۔ "ضرور کوئی غلطی ہوئی ہے۔!"

"کیسی غلطی؟"

"یہ ستنام ہاؤز ہے کہاں۔!" عمران نے سوال کیا۔

"بڑٹیو روڈ پر پیلس سینما کے سامنے۔!"

"اوہ.... اچھا.... اچھا....!"

پھر وہ خاموشی سے پیتے رہے تھے اور عمران بھی کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "باس کا حکم ہے کہ تمہیں یہیں روکے رکھا جائے۔ تاوقتیکہ وہ تینوں ہاتھ نہ لگ جائیں۔!"

رات کے سناٹے میں کلاک ٹاور کا گھنٹہ دوبارہ گونجا تھا۔ اور اس کے بعد یہ سناٹا کچھ اور زیادہ گہرا محسوس ہونے لگا تھا۔

عمران ستنام ہاؤز کی عقبی گلی میں داخل ہوا۔ یہ ایک بڑی عمارت تھی۔ جس کے پھاٹک پر صرف ایک ہی نیم پلیٹ نظر آئی تھی جس کے مطابق یہاں کوئی نادر سلمانی ایڈووکیٹ رہتا تھا۔

عقبی گلی میں عمارت کے مقابل ہی کوئی موٹر گیراج تھا جس کی وجہ سے گلی میں دور تک کاٹھ کباڑ بکھرا ہوا تھا.... عمران گلی میں داخل تو ہو گیا تھا لیکن عمارت میں داخل ہونے کی کوئی صورت نہ دیکھ کر پھر پلٹ آیا۔ دراصل موٹر گیراج کا چوکیدار بہت ہی چوکس رہنے والا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اور اسے وہاں سے ہٹانے کی کوئی تدبیر مزید الجھاوے پیدا کر سکتی تھی.. وہ پھر پیلس سینما والے فٹ پاتھ پر چلا آیا۔ جہاں اس نے اپنی گاڑی پارک کی تھی۔ گاڑی میں بھی بیٹھ گیا۔ لیکن انجن اسٹارٹ کرنے کی بجائے اسٹیئرنگ پر سر رکھ کر ستنام ہاؤز کے پھاٹک کو گھورنے لگا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ کسی کام کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں لیکن طریق کار کا تعین نہ ہو سکنے کی بنا پر انہیں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا پڑتا ہے اس وقت عمران بھی کچھ اسی قسم کی کیفیت سے گذر رہا تھا۔ لیکن ذہن کے عقبی حصے میں کہیں نہ کہیں روشنی کی کوئی مدہم سی کرن ضرور موجود تھی یعنی کچھ ہو کر رہے گا۔

اسی ادھیڑ بن میں ڈھائی بج گئے.... وہ جس پوزیشن میں تھا اُسی میں بیٹھا رہا....!

ڈھائی بج گئے تھے لیکن عمارت کی بعض کھڑکیاں اب بھی روشن تھیں.... شائد اس غیر معمولی بات نے اسے وہاں روکے رکھا تھا۔ ورنہ اس کا کوئی منطقی جواز نہیں تھا۔ دراصل یہ سوچ کر ادھر آیا تھا کہ عمارت میں بے ضابطہ طور پر داخل ہو کر دیکھے گا کہ وہ کس قسم کی سرگرمیوں کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ لیکن عمارت کا محلِ وقوع اس بے ضابطہ کارروائی کے لئے موزوں ثابت نہیں ہو سکا تھا۔

اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس سلسلے میں اُس سے غلطی ہوئی ہے۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ نعمانی کو ان دونوں کے حوالے کر کے کہتا کہ وہ اسے ستنام ہاؤز لے جائیں۔ اور پھر اپنے دوسرے ماتحتوں سمیت تھوڑی دیر بعد ستنام ہاؤز پر دھاوا بول دیتا۔ اس طرح کم از کم یہ تو معلوم ہو ہی جاتا کہ وہاں نعمانی پر کیا گزرنے والی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ یہی شہزور ہی پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا۔

مزید دس منٹ گذر گئے اور پھر وہ واپسی کی سوچ ہی رہا تھا کہ عمارت کا پھاٹک کھلا اور چوکیدار باہر نکل کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک لمبی سی سیاہ گاڑی برآمد ہوئی تھی اور اس کا رخ سڑک پر مشرق کی سمت موڑ دیا گیا تھا۔

پھاٹک کو بند کرنے میں چوکیدار نے بڑی عجلت سے کام لیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اب اطمینان کا سانس لے گا۔ عمران اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے تعاقب کا آغاز کر چکا تھا۔ اگلی گاڑی خاصی تیز رفتاری سے راستے طے کر رہی تھی۔!

اور پھر اچانک ایک جگہ سے ایک اور گاڑی بھی اس دوڑ میں شریک ہو گئی۔

وہ ان دونوں گاڑیوں کے درمیان حائل ہو کر رہ گئی تھی۔ عمران نے بُرا سامنہ بنایا۔ لیکن وہ اس کے بارے میں کوئی نظریہ قائم نہیں کر سکا تھا۔ وہ کوئی غیر متعلق آدمی بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ اگلی گاڑی والے کی دیکھ بھال کے لئے پہلے ہی کسی مقررہ جگہ پر موجود رہا ہو۔!

کبھی کبھی خود عمران کو بھی اس قسم کی حرکتیں کرنی پڑتی تھیں۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا جاتا پہلے سے اپنے ماتحتوں کو مخصوص مقامات پر متعین کر دیتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد عمران نے محسوس کر لیا تھا کہ درمیانی گاڑی والا اگلی گاڑی سے آگے نکل جانے کے لئے کوشاں نہیں ہے۔! عمران نے دونوں گاڑیوں سے اپنا فاصلہ برقرار رکھا۔

پھر اگلی گاڑی کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی تھی.... درمیانی گاڑی نے رفتار نہ بڑھائی.... عمران ہارن پر ہارن دیتا رہا کہ خود اُسے ہی آگے نکل جانے کا موقع مل جائے۔ مگر درمیانی گاڑی تو جیسے اس کا راستہ ہی روک رہی تھی۔ سڑک زیادہ چوڑی بھی نہیں تھی۔ اگر وہ گاڑی کسی قدر بائیں کو دب جاتی تو شاید عمران اس سے آگے نکل جانے میں کامیاب ہو جاتا۔!

پھر دفعتاً وہ گاڑی رک ہی گئی۔ اگر عمران نے پورے بریک نہ لگائے ہوتے تو ٹکر ضرور ہو جاتی۔

"کیا پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔!" عمران حلق پھاڑ کر دہاڑا تھا اور پھر وہ بڑی پھرتی سے نیچے اُتر گیا۔ انجن بند کئے بغیر۔

اس وقت وہ ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔

دوسری گاڑی سے بھی کوئی اترا تھا اور آگے جا کر بونٹ اٹھانے لگا تھا۔

"کیا ہو گیا۔!" عمران اس کے سر پر پہنچ کر غرایا۔ اگلی گاڑی کی ٹیل لائٹ نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

"معافی چاہتا ہوں جناب! پتا نہیں کیوں انجن آپ ہی آپ بند ہو گیا۔!" اس نے کہا۔

اندھیرے میں اس کی شکل نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن جسامت کے اعتبار سے مختصر سا آدمی معلوم ہوتا تھا۔!

"اور اگر میں یہ کہوں کہ آپ نے دیدہ دانستہ اس طرح گاڑی روکی ہے کہ میں آگے نہ بڑھ سکوں۔!"

"میں تو آپ کو جانتا تک نہیں۔ پھر ایسا کیوں کروں گا۔!"

"یہی تو جاننا چاہتا ہوں۔!" عمران نے کہا۔

"تو پھر یقین کیجئے کہ میں نے دیدہ ودانستہ گاڑی نہیں روکی۔!"

"دوبارہ انجن اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔!"

"شائد نہیں۔!"

"کیا آپ نشے میں ہیں جناب! کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے لیکن دوبارہ اسٹارٹ کرنے میں انجن اسٹارٹ ہو جاتا ہے۔!"

"دراصل میرے مقدر کا قصور ہے! میں بہت نروس تھا۔ اب اسٹارٹ کر کے دیکھتا ہوں۔!"

اور سچ مچ انجن اسٹارٹ ہو گیا تھا۔

"بند کر دو۔!" عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر غرایا۔

"جی....!" وہ اچھل پڑا۔

"پولیس....!"

"کیا مطلب۔!"

"تم نے سرکاری کام میں مداخلت کی ہے۔ اس لئے چلو میرے ساتھ۔!"

"دیکھئے مسٹر۔! میں قانون دان ہوں۔! ہائی کورٹ میں پریکٹس کرتا ہوں۔ شائد آپ نے نام بھی سنا ہو نادر سلمانی۔!"

"ہاں سُنا ہے۔! لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اتنا بڑا ایڈوکیٹ بدمعاشوں کی پُشت پناہی بھی کرتا ہے۔!"

"کک... کیا مطلب۔!"

"میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔!"

"نہیں۔!" وہ ایک بار پھر اچھل پڑا۔

"تمہیں اس پر حیرت کیوں ہوئی ہے۔!"

"کیا آپ اس سے واقف ہیں جناب۔!"

"واقف نہ ہوتا تو تعاقب کیوں کرتا۔!"

"کہاں سے تعاقب شروع کیا تھا۔!"

"جناب کی کوٹھی سے برآمد ہوا تھا۔!"

"خدا کی قسم زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!" وہ دانت پیس کر بڑبڑایا۔

"وہ رہتا کہاں ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔!"

"مائی ڈیئر نادر سلمانی.... میرے گھر سے کوئی ایسا آدمی برآمد نہیں ہو سکتا جس کے ٹھکانے سے میں واقف نہ ہوں۔ تمہارے چوکیدار نے اس معزز مہمان کے لئے پھاٹک کھولا تھا۔ اور اس کی شاندار گاڑی کمپاؤنڈ سے برآمد ہوئی تھی۔ خیر تم نہ بتاؤ لیکن قانوناً تم پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہوں کہ اُسے بھی اس کا علم نہ ہونے پائے۔ کہ پولیس اس پر نظر رکھتی ہے....!"

"براہِ کرم آپ میرے گھر چلئے۔ میں اپنی پوزیشن صاف کرنا چاہتا ہوں۔!" نادر سلمانی گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا تھا۔

عمران نے اس پر آمادگی ظاہر کی تھی اور دونوں آگے پیچھے روانہ ہوئے تھے۔

چوکیدار کو ایک بار پھر پھاٹک کھولنا پڑا تھا۔ دونوں گاڑیاں کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھیں۔

عمران گاڑی سے اُترا۔ نادر سلمانی نے اسے روشنی میں دیکھا تھا اور پھر کسی قدر نروس نظر آنے لگا تھا۔

"کک.... کیا ثبوت ہے آپ کے پاس کہ آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔؟" اُس نے کہا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتا کہ تمہیں زبردستی یہاں سے لے چلوں اور بند کردوں۔!"

"قانون کی حکمرانی ہے یہاں؟"

"اسی لئے کچھ دیر پہلے تم نے قسم کھائی تھی کہ تم اسے زندہ نہیں چھوڑو گے۔!" عمران نے

طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وہ دوسری بات ہے۔!"

"وہی دوسری بات میں جاننا چاہتا ہوں۔!"

"مجھے تو آپ اسی کے گرگے معلوم ہوتے ہیں جناب! اسی کی سی وحشت آپ کے چہرے پر بھی پائی جاتی ہے.....!"

"اگر مونچھیں صاف کرادوں تو خاصا گلفام نکل آؤں گا.... لیکن جدید ترین فیشن کا تقاضہ یہ ہے کہ ریچھ نظر آؤں.....!اوہو..... آخر تم مجھے یہاں کیوں لائے تھے.....!"

"اپنا اطمینان کئے بغیر بات نہیں کروں گا۔!"

"میں اپنے آفیسر کے علاوہ اور کسی کو اپنے کاغذات دکھانے کا مجاز نہیں ہوں۔!"

"اوہ۔ تو کار خاص کا محکمہ اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔!"

"یہی بات ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

نادر سلمانی تذبذب کے عالم میں کھڑا سوچتا رہا.... عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھے جارہا تھا۔!

دفعتاً کسی طرف سے ایک نسوانی آواز آئی۔ "تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو ڈارلنگ!"

یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا۔ اور لہجہ بھی غیر ملکی تھا.....!عمران چونک کر آواز کی جانب مڑا.....!

ایک خاصی دلکش سفید فام غیر ملکی عورت تھی وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے قریب آگئی۔

"تم ابھی تک کیوں جاگ رہی ہو۔!اور شب خوابی کے لباس میں باہر کیوں نکل آئیں۔!" نادر سلمانی بھنا کر بولا۔

"بے وقوفی کی باتیں شروع کردیں تم نے.....!" وہ عمران کی طرف دیکھتی ہوئی بولی "تعارف کراؤ۔!"

"عبدالمنان.....!" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"میں تھیلما نادر سلمانی ہوں.....!"

"تم اندر جاؤ.....!" نادر ہاتھ ہلا کر بولا۔

"کیا بکواس ہے؟ نشے میں ہو شائد.... کیوں مسٹر....! کیا تم انہیں پہنچانے آئے ہو.... سلمانی پیتے ہیں تو پیتے ہی چلے جاتے ہیں۔!"

"میں نشے میں نہیں ہوں تم اندر جاؤ....!"

وہ شائد اس کی بیوی تھی۔ خاصی قد آور اور توانا اور وہ خود اس کے مقابلے میں چیونٹی لگ رہا تھا.... عمران دونوں کو بڑی دل چسپی سے دیکھتا رہا۔

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے ڈارلنگ....!" وہ بڑے پیار سے بولی اور جھک کر اُسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ وہ بُری طرح مچلا تھا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے.... چھوڑو....! کتیا.... ذلیل....!"

"میں بُرا نہیں مانتی تم نشے میں ہو!" اس نے اُسے اپنے سینے پر جکڑتے ہوئے کہا اور عمران سے بولی۔ "تم جا سکتے ہو مسٹر.... بہت بہت شکریہ۔!"

پھر وہ نادر سلمانی کو اسی طرح اٹھائے ہوئی تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

عمران حیرت سے منہ کھولے کھڑا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

وہ عمارت میں داخل ہو گئی تھی۔ چوکیدار عمران کے قریب آکر بولا تھا۔ "آپ کب تک کھڑے رہیں گے جناب۔!"

"او! ہاں...." عمران چونک پڑا۔

"کیا آپ پہلی بار صاحب سے ملے ہیں....!" چوکیدار نے سوال کیا۔

"ہاں بھائی....! لیکن یہ اس وقت قطعی نشے میں نہیں تھے۔!"

"صاحب شراب نہیں پیتے۔ کوئی نشہ نہیں کرتے۔ اس حرام زادی نے انہیں کھلونا بنا رکھا ہے۔!"

عمران اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پھاٹک کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "میں حیرت سے پاگل ہوا جا رہا ہوں.... وکیل صاحب نشے میں تو نہیں تھے.... لیکن جو حرکت کر رہے تھے.... اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ یا نشے میں ہیں یا پاگل ہو گئے ہیں۔!"

"اچھا؟" وہ چلتے چلتے رک گیا۔

"کسی جگہ اطمینان سے بیٹھو تو بتاؤں....!"

"پہلے آپ اپنی گاڑی باہر نکال لے جائیے۔ کہیں اور کھڑی کر کے آجائیے۔ میں باہر ملوں گا۔ ابھی وہ حرافہ یہ دیکھنے ضرور باہر آئے گی کہ آپ چلے گئے ہیں یا مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔!"

عمران بڑی پھرتی سے اپنی گاڑی کی طرف مڑ گیا۔ چوکیدار کی ہدایت کے مطابق گاڑی باہر نکالی تھی اور قریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر پارک کر آیا تھا۔

چوکیدار حسبِ وعدہ پھاٹک پر کھڑا ملا تھا۔

"چلئے میرے کمرے میں!" اس نے کہا۔

اس کا کمرہ کمپاؤنڈ ہی میں تھا۔ لیکن اس کا دروازہ سڑک کی طرف کھلتا تھا۔

"تم بہت اچھے اور مالک کے وفادار ہو۔!" عمران نے کہا۔

"ہونا ہی چاہئے۔! صاحب کے باپ کے وقت سے نمک خوار ہوں۔! یہ سور کی بچی تو چار دن کی بات ہے۔ آپ بیٹھ جائیے جناب۔!"

عمران اسٹول پر بیٹھتا ہوا بولا۔! "تو وکیل صاحب نشہ نہیں کرتے۔!"

"ہرگز نہیں جناب۔! مجھ سے زیادہ کون جانے گا۔!"

"مجھے راستے میں ملے تھے! اور اس حال میں کہ ایک لمبی سی گاڑی پر پتھراؤ کر رہے تھے۔!"

"کب کی بات ہے۔!"

"یہی کوئی آدھے گھنٹے پہلے کی۔!"

"اچھا تو پھر۔!"

"اس گاڑی سے ایک لمبا تڑنگا ہپی نکل کر ان کی طرف جھپٹا تھا۔ اگر میں بیچ میں نہ آجاتا تو اس نے انہیں مار ہی ڈالا تھا۔!"

"وہی حرام زادہ ہوگا۔!"

"کون۔؟" عمران نے پوچھا۔

"ہے ایک.... اچھا تو پھر۔!"

"تو پھر یہ کہ وہ مجھے دیکھ کر گاڑی میں بیٹھا تھا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ وکیل صاحب اس کی گاڑی کے پیچھے دوڑے تھے۔ لیکن وہ نکل گیا تھا۔ اس کے بعد وکیل صاحب وہیں کھڑے چیخ چیخ کر اسے گالیاں دیتے رہے تھے اور پھر گر کر بے ہوش ہوگئے تھے۔!"

"خدا اسے غارت کرے۔!" چوکیدار دانت پیس کر بولا۔

"آخر وہ کون ہے۔"

"ابلیس.... شیطان.... جب تک وہ نہیں آیا تھا دونوں بُری بھلی زندگی گذار رہے تھے.... میم صاحبہ کا دوست ہے....!"

"وکیل صاحب اس غیر ملکی عورت کے ہتھے کیسے چڑھ گئے....!"

"جب لندن میں تھے تب شادی کی تھی اس سے....!"

"کتنا عرصہ ہوا شادی کو۔!"

"آٹھ سال....!"

"اور اس ہپی سے کب سے دوستی ہے میم صاحبہ کی۔!"

"یہی کوئی سال بھر سے۔!"

"لیکن شائد وکیل صاحب کو یہ دوستی پسند نہیں ہے۔!"

"یہی بات ہے۔!" چوکیدار سر ہلا کر بولا۔

"بڑی طاقتور عورت معلوم ہوتی ہے۔ بچوں کی طرح گود میں اٹھا لے گئی بے چارے کو۔!"

"ارے اب کیا بتاؤں صاحب! عذاب نازل ہوا ہے صاحب پر.. مارتی تک ہے سُور کی بچی۔"

"اور وکیل صاحب چپ چاپ لیٹے رہتے ہیں۔!"

"نہیں ان کے ہاتھ بھی چلتے ہیں! کبھی کبھی کُتوں کی طرح کاٹتے اور بھنبھوڑتے ہیں ایک دوسرے کو۔!"

"اچھا.... یہ ہپی رہتا کہاں ہے۔!"

"یہ تو نہیں معلوم۔!"

"گاڑی کا نمبر یاد ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"کوئی ایک گاڑی ہو تو نمبر بھی یاد رہے.... درجنوں گاڑیاں ہوں گی اس کے پاس روز نئی گاڑی ہوتی ہے۔!"

"کوئی وقت مقرر ہے آنے کا۔!"

"نہیں جب بھی منہ اٹھا چلا آتا ہے لیکن آتا ہے رات ہی کو۔!"

"وکیل صاحب سے شائد بالکل نہیں بنتی....!"

"وہ تو شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں....!"

"اور وہ ان کا کہنا نہیں مانتی۔!"

"نہیں صاحب من مانی کرتی ہے اور مجھے بھی رات بھر جاگنا ہی پڑتا ہے ورنہ مکانوں کے چوکیدار کہاں جاگتے ہیں۔ایک آدھ جھپکی لے ہی لیتے ہیں۔!"

"لیکن تمہیں کیوں جاگنا پڑتا ہے۔!"

"آتا ہی رہتا ہے کوئی نہ کوئی....اب آج ہی حکم ہوا ہے کہ کوئی بیمار لایا جائے گا جیسے ہی وہ پہنچے اس حرامزادی کو جگادیا جائے یہ دیکھئے یہاں سوئچ بورڈ پر کئی بٹن لگے ہوئے ہیں۔اس بٹن کو دبانے سے اس کے سونے کے کمرے میں گھنٹی بجے گی اور وہ اسی مریض کے لئے باہر آجائے گی۔!"

"وکیل صاحب کو معلوم ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!تم نہیں بتاتے انہیں۔!"

"جو بات ضروری معلوم ہوتی ہے بتا بھی دیتا ہوں۔!"

"مریض والی بات بتائی ہے۔!"

"نہیں....وہ ہر بات سُننا بھی نہیں چاہتے۔انہیں تو بس اس حرام زادے ہپی کی فکر ہے۔کسی طرح اس کا بیڑا غرق ہو۔!"

"اچھی بات ہے دوست۔!میں تم سے ملتا رہوں گا۔اب اس کی گاڑیوں کے نمبر ضرور نوٹ کرنا اور مجھے دینا۔!مجھ سے بھی تمہاری جو خدمت ہو سکے گی کروں گا۔!"

"مگر آپ کیوں....!" چوکیدار کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں کسٹم میں ملازم ہوں اور ہپیوں پر نظر رکھتا ہوں کہ یہ چرس کے کاروبار میں ضرور ملوث ہوتے ہیں۔اس ہپی کو بھی دیکھوں گا۔!"

"خدا کرے کرتا ہو چرس کا کاروبار تاکہ گردن پھنسے حرامی کی....میں ضرور مدد کروں گا آپ کی صاحب!بے فکر رہیں۔!"

"اور اس گفتگو کا علم بھی کسی اور کو نہ ہونے پائے۔جو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی ہے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا صاحب۔!"

عمران نے وہاں سے رخصت ہو کر پھر سائیکو مینشن کی راہ لی تھی۔ یہاں اپنے ماتحتوں میں سے دو افراد کو منتخب کیا تھا اور انہیں ضروری ہدایات دے کر اس کمرے میں آیا تھا۔ جہاں دونوں قیدی سو رہے تھے۔ اس نے انہیں جگا دیا۔ وہ اٹھ تو گئے تھے لیکن ان کے چہروں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس طرح جگایا جانا پسند نہیں آیا۔

"خوش خبری ہے.... دوستو۔!" عمران چہک کر بولا۔ "لیکن نہیں.... خوش خبری سنانے سے پہلے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔!"

"ہاں.... ہاں.... ضرور۔!"

"تم نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ اسے پکڑ لینے کے بعد بیہوش کرو گے اور مریض بنا کر ستنام ہاؤز لے جاؤ گے۔!"

"جب وہ ہاتھ ہی نہیں آسکا تو کیا بتاتے.... جی ہاں.... برنارڈ صاحب کی طرف سے یہی ہدایت ملی تھی۔!"

"وہ ہاتھ آگیا ہے اور مریض بھی بنایا جا چکا ہے۔! چہرے پر سفید ڈاڑھی بھی لگادی گئی ہے۔ اسے تم ستنام ہاؤز لے جاؤ گے۔ وہاں ایک انگریز عورت ہو گی۔ اس کے حوالے کرنے کے بعد یہ بھی بتا دو گے کہ مریض میک اپ میں ہے۔ ڈاڑھی مصنوعی ہے.... اور تم نے احتیاطی تدبیر کے طور پر یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔!"

"آپ بڑی مہربانی کر رہے ہیں۔!"

"میں نہیں چاہتا کہ ہم سب باس کے ہاتھوں مار ڈالے جائیں۔!"

"کیا مطلب۔!" دونوں بیک وقت اچھل پڑے تھے۔

"برنارڈ سے پہلے تمہیں کس سے احکامات ملتے تھے۔!" عمران نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"شہزاد صاحب سے۔!"

"اوہ.... وہ بیچارہ اب اس دنیا میں کہاں۔!"

"ارے.... کیوں۔!"

"باس نے اسے ختم کیا ہے۔ کوئی غلطی اس سے سرزد ہو گئی تھی۔!"

"خدا کی پناہ۔!"

"اسی لئے میں نہیں چاہتا کہ تم بھی مار ڈالے جاؤ۔ یہاں سے تمہیں مریض سمیت وہاں لے جایا جائے گا۔ جہاں تمہاری گاڑی کھڑی ہے۔ میرے آدمی مریض کو تمہاری گاڑی میں ڈال دیں گے اور تم اسے ستنام ہاؤز پہنچا کر اپنے ٹھکانوں پر چلے جانا۔!"

"بہت بہت شکریہ جناب۔! ہم آپکا یہ احسان زندگی بھر یاد رکھیں گے۔!"

"اس کی ضرورت نہیں.... ہمیں تو اب یہ دیکھنا ہے کہ کس طرح ایک دوسرے کے کام آئیں ورنہ سبھی اس طرح مار لئے جائیں گے۔!"

"ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ شہزاد صاحب....!"

"چُپ چُپ!" عمران ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولا۔!" یہ بات صرف تم ہی دونوں تک محدود رہنی چاہئے۔ ورنہ میری گردن کٹ جائے گی۔!"

"خدا نہ کرے جناب! ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہماری زبانوں سے کبھی یہ بات نہیں نکلے گی۔!"

پھر دونوں نے باری باری سے رازداری کی قسم کھائی تھی۔!

عمران مزے سے پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا تھا اور وہ دونوں اگلی سیٹ پر تھے۔ آنکھیں بند کئے ہوئے دونوں کی گفتگو سنتا رہا۔

ایک کہہ رہا تھا۔ "ستارے اچھے ہی تھے اپنے ورنہ وہ اپنی کارکردگی دکھانے کے لئے ہمیں نالائقوں کی طرح باس کے سامنے پیش کر دیتا۔!"

"لیکن میں نے پہلے کبھی اسے نہیں دیکھا۔!" دوسرا بولا۔

"بہتیروں کو نہیں دیکھا۔ وہ کسی اور یونٹ سے تعلق رکھتا ہو گا۔ یہ آرگنائزیشن ہی ایسا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں کی خبر نہیں۔ جو جس کا کام ہے انجام دے رہا ہے۔!"

"لیکن یار وہ شہزاد والا قصہ....!"

"چپ چپ! اسے بھول ہی جاؤ.... ورنہ اگر غلطی سے کسی کے سامنے زبان پر آگیا تو مفت میں مارے جائیں گے۔ اور وہ بے چارہ الگ پھنسے گا۔!"

"ہاں ٹھیک ہے مارو گولی۔ ہمیں کیا۔"

"ایک بات تو رہ ہی گئی۔ اگر اس سلسلے میں ہم سے تفصیل پوچھی گئی تو کیا بتائیں گے۔ آخر اتنی دیر ہم کہاں غائب رہے تھے۔!"

"اونہہ.... یہ کون سی بڑی بات ہے! ہم نے اُسے شہر سے پچیس میل دور جا کر پکڑا تھا۔ نہ جانے وہاں سے کہاں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بس ہم نے ایک جگہ روکا اور دھر لیا۔!"

"جگہ کا تعین کرلو۔ پتا نہیں یہ برنارڈ کیسا آدمی ہے۔ پہلے بھی ہم اسے دور ہی سے دیکھتے رہے ہیں کبھی گفتگو کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"شائد اب یہ شہزاد کی جگہ لے گا۔!"

"ہمیں کیا۔ ہاں تو سوچو کہ ہم نے اسے کہاں پکڑا تھا۔!"

"بھئی کیا بڑی بات ہے۔ سنو! یہ آٹھ بجے کے قریب ہٹ سے نکلا تھا۔ اور پارکنگ پلاٹ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ وہاں سے ایک گاڑی نکالی اور چل پڑا۔ ہم نے بھی اپنی گاڑی وہیں پارک کرر کھی تھی۔ اس لئے تعاقب جاری رکھنے میں آسانی ہو گئی کچھ دیر بعد وہ عادل نگر والی سڑک پر ہولیا ہم نے سوچا پتا نہیں کہاں تک جائے لہذا کیوں نہ اسے روک کر پکڑ ہی لیا جائے۔ اس طرح شہر سے پچیس تیس میل کے فاصلے پر جا کر پکڑ سکے۔!"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔!"

پھر وہ کچھ دیر تک خاموش رہے تھے۔ پھر کسی نے کہا تھا۔"یار ذرا دیکھتے رہو.... کہیں ہماری بے خبری میں اسے ہوش نہ آجائے۔!"

"اس نے کہا تھا کہ دو گھنٹے سے قبل ہوش میں نہیں آئے گا۔"

"پھر بھی دیکھ لینے میں کیا ہرج ہے....!"

پھر عمران نے محسوس کیا تھا کہ دوسرا آدمی اگلی سیٹ کی پشت گاہ پر سے جھک کر اس کا جائزہ لے رہا ہے۔ وہ دم سادھے پڑا رہا۔

"ٹھیک ہے۔!" اس نے اپنے ساتھی کو اطلاع دی تھی۔

اس سلسلے میں عمران نے نعمانی کو ان کے حوالے کرنے کی بجائے خود ہی خطرہ مول لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ دوہرے میک اپ میں تھا۔ پہلے اپنے چہرے پر پلاسٹک میک اپ کے ذریعے کچھ اس قسم کی تبدیلی کی تھی کہ نعمانی سے کسی قدر مشابہت پیدا ہو جائے۔ پھر اسی میک پر سفید ڈاڑھی چپکائی تھی اور بے ہوش بنا پڑا رہا تھا۔ پھر اس کے ان دونوں ماتحتوں نے جنہیں پہلے ہی ہدایات دے چکا تھا اسے ایک بند گاڑی میں ان دونوں سمیت اس جگہ پہنچا دیا تھا۔ جہاں ان کی گاڑی کھڑی کی گئی تھی۔ اس طرح یہ سفر شروع ہوا تھا۔ جس کا اختتام صرف عمران کی حد تک ستنام ہاؤز پر ہونے والا تھا۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی ستنام ہاؤز کے پھاٹک پر رکی تھی اور چوکیدار اُس کی طرف آیا تھا۔

''اطلاع دے دو کہ مریض آ گیا ہے!'' ایک نے گاڑی سے باہر سر نکال کر کہا۔

چوکیدار پھر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔!

ذرا دیر بعد واپس آ کر پھاٹک کھولتا ہوا بولا۔ ''گاڑی اندر لے آیئے جناب۔!''

کمپاؤنڈ میں کچھ دیر تک گاڑی کھڑی رہی تھی۔ پھر عمران کو تھیلما کی آواز سنائی دی تھی۔!

''کیا وہ ہوش میں ہے۔!''

''نہیں۔ ابھی ہوش میں نہیں آیا۔!'' جواب دیا گیا۔

''تو پھر اس کو اندر پہنچانے میں مدد دو۔! چوکیدار گھر کے اندر نہیں جائے گا۔!''

''بہت بہتر محترمہ۔!''

وہ دونوں نیچے اترے تھے اور عمران کو گاڑی سے اتار کر فرش پر ڈال دیا گیا تھا۔ پھر ایک نے اس کی بغلوں میں ہاتھ دیئے تھے۔ اور دوسرے نے ٹانگیں تھامی تھیں۔

ایک کمرے میں پہنچا دینے کے بعد تھیلما کو بتایا تھا کہ احتیاطاً بیہوش آدمی کے چہرے پر سفید ڈاڑھی چپکا دی گئی ہے۔!

''تو اس کی ڈاڑھی بھی تم ہی نکال جاؤ۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔'' تھیلما نے کہا اور عمران کا چہرہ صاف کر دیا گیا۔

''اب تم لوگ جا سکتے ہو۔!'' تھیلما نے ان دونوں سے کہا تھا۔

ان کے جانے کے بعد بھی وہ اسی کمرے میں ٹھہری رہی تھی۔ عمران آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے قدموں کی آواز سنی تھی۔ پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تھی۔ اس نے آنکھوں میں درہ کر کے دیکھا۔ وہ جاچکی تھی۔

پھر اس نے لیٹے ہی لیٹے کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ خوابگاہ ہی تھی کسی کی بستر آرام دہ تھا اور سنگھار میز کسی بیوٹی شاپ کا کاؤنٹر معلوم ہو رہی تھی۔

اس نے پھر آنکھیں بند کرلیں۔ بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا اس نے.... اسے ایک طرح سے دیوانگی ہی کہنا چاہئے۔ اندھی چال جس کے چکر میں یہ سب کچھ کر گذرا تھا۔ اس کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ قتل کر دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ لیکن پھر بھی اس نے آنکھیں بند کر کے اس اندھیرے کنویں میں چھلانگ لگائی تھی۔ اور اب اتنے اطمینان سے اس بستر پر پڑا ہوا تھا جیسے بطورِ مہمان وہاں قیام کرنے کا اتفاق ہوا ہو۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کے باہر سے چیخ چیخ کر بولنے کی آوازیں آئی تھیں۔ ان میں سے ایک آواز یقینی طور پر نادر سلمانی کی تھی۔ اور دوسری تھیلما کی۔!وہ کہہ رہی تھی "میری ایک دوست کا بھائی ہے۔ ذہنی مریض ہے ان دونوں کو کہیں پڑا ملا تھا۔!"

"تو وہ دونوں اسے یہاں کیسے پہنچا گئے۔!" نادر چیخا۔

"بے ہوش تھا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ ان دونوں کو کیا معلوم کہ وہ تمہاری کسی سہیلی کا بھائی ہے۔!"

"بے وقوف آدمی.... یہ دیکھو.... یہ کارڈ اس کی جیب سے برآمد ہوا تھا۔ اور یہ تمہارا کارڈ ہے اس پر تمہارا پتہ بھی موجود ہے گھر کا بھی اور دفتر کا بھی۔!"

"اسے میرا کارڈ کہاں سے ملا۔!"

"یہ میں نہیں جانتی....!"

"میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے۔!"

"ابھی نہیں....!ڈاکٹر کو آجانے دو۔ میں نے فون کیا ہے۔"

"کس ڈاکٹر کو....!"

"اسی سہیلی.... یعنی اس شخص کا چچا ہے....!"

"کیا نام ہے....!"

"ڈاکٹر برنارڈ....!"

"لیکن یہ تو دیسی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے ایک جھلک دیکھی تھی۔!"

"ڈاکٹر برنارڈ بھی دیسی ہی آدمی ہے۔ تم فکر مت کرو۔!"

"میں تو دیکھوں گا....!"

"اب میں تمہیں اٹھا کر پٹخ دوں گی ڈارلنگ۔!"

"ہٹو سامنے سے!" سلمانی چیخا۔! ساتھ ہی چٹاخ کی آواز آئی تھی۔ شائد ہاتھ جھاڑ دیا تھا تھیلما نے۔!

"کتیا کی بچی۔!"

اور پھر دھینگا مشتی کی آوازیں آئی تھیں۔ شائد دونوں ایک دوسرے کو پیٹ رہے تھے۔ اور سلمانی کہہ رہا تھا۔ "اگر تو مجھ سے مطمئن نہیں ہے تو پیچھا چھوڑ میرا...."

"چپ رہو کتے....!" تھیلما دہاڑی "میں تمہیں قبر میں پہنچاؤں گی.... کسی دن میرے ہی ہاتھوں تمہاری موت واقع ہو گی۔!"

"میں تجھے طلاق دوں گا....!"

"یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ شادی تمہارے قانون کے مطابق نہیں ہوئی تھی.... ہمارے قانون کے مطابق ہوئی تھی۔ لہذا جب تک میں نہ چاہوں علیحدگی نہیں ہو سکتی۔!"

"میں تجھے مار ڈالوں گا۔!"

"کوشش کئے جاؤ....! ٹھہرو.... بتاتی ہوں۔!"

"ارے.... ارے.... او کتیا.... خدا تجھے غارت کرے۔!"

نادر سلمانی کی آواز بتدریج دور ہوتی گئی تھی.... عمران سمجھ گیا کہ پہلے کی طرح وہ پھر اسے ہاتھوں پر اٹھا لے گئی ہے۔! عجیب جوڑا تھا۔

اور یہ تو ظاہر ہی ہو گیا تھا کہ نادر سلمانی بذاتِ خود ان معاملات میں ملوث نہیں ہے بلکہ وہ تو حالات کی نوعیت تک سے بے خبر ہے۔

تھیلما نے ڈاکٹر کے اضافے کے ساتھ برنارڈ کا نام لیا تھا.... تو پھر برنارڈ آ رہا تھا اسے دیکھنے کے لئے۔ وہ بپی نہیں.... اور یہ برنارڈ کچھ سُنا ہوا سا نام لگتا رہا تھا عمران کو.... اس نام پر کئی

چہرے ابھرے تھے اس کے ذہن میں....! یہ بھی ممکن تھا کہ یہ چہرہ بھی جانا پہچانا ثابت ہوتا۔ آخر شہزاد بھی تو اجنبی نہیں تھا اس کے لئے۔

بہر حال جو کچھ بھی تھا جلد ہی سامنے آنے والا تھا.... وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے پڑا رہا۔ قطعی طور پر غیر مسلح تھا۔ شائد اسی لئے کچھ دیر بعد سوچنے لگا تھا کیا وہ سچ مچ ہی پاگل ہو گیا ہے۔!

"پاگل ہی سہی۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "دیکھا جائے گا۔!"

میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس پر نظر ڈالی۔ صبح ہونے والی تھی۔

اور پھر دفعتاً دروازے کا ہینڈل گھومنے کی آواز آئی تھی۔ دروازہ کھلا تھا اور پھر بند ہو گیا تھا۔

"پتا نہیں اب بھی بے ہوش ہے یا سو رہا ہے۔!" یہ تھیلما کی آواز تھی۔

"تم آگے بڑھ کر اسے ہلاؤ جلاؤ۔ میں یہیں کھڑا ہوں۔!" کسی مرد نے کہا۔

"خطرناک آدمی تو نہیں ہے!" تھیلما کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔

"میں نہیں جانتا! یہ تو اب دیکھوں گا.... ویسے تم بے فکر رہو.... میں کل نہیں پیدا ہوا۔!"

"اوہ.... اچھا....!"

پھر عمران کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی۔!

"سونے دو۔ بھاگ جاؤ۔!" عمران نے اُردو میں بڑبڑا کر کروٹ لی۔

"اٹھو.... اٹھ بیٹھو۔!" تھیلما زور سے بولی۔

اور وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

"ارے.... باپ رے....!" کہہ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔ کیونکہ دروازے کے قریب کھڑے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں ایک ریوالور نظر آیا تھا۔

"خوب۔!" اس نے سوچا۔ "تو آپ ہیں۔!"

اس برنارڈ کو بخوبی جانتا تھا۔ قریباً پانچ سال پہلے جو اسمگلنگ کے الزام میں دھر لیا گیا تھا۔ لیکن پھر مقدمہ چلائے بغیر چھوڑ بھی دیا گیا تھا۔ وجہ جو کچھ بھی رہی ہو ہر چند کہ عمران کے محکمے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر بھی شہر میں ہونے والے واقعات سے وہ پوری طرح باخبر رہتا تھا اور انہیں یادداشت کے پٹارے میں محفوظ بھی رکھتا تھا۔

آجکل اس برنارڈ کے بارے میں اس کا علم صرف اس حد تک تھا کہ اسے ماہی گیری کی چند

لانچوں کے مالک کی حیثیت سے جانتا تھا اور اس کی یہ لانچیں ہلالی بیچ میں لنگر انداز رہتی تھیں۔ جہاں جھینگوں کو ڈبوں میں محفوظ کرنے کا ایک بڑا کارخانہ بھی تھا۔

"تم گرین ہٹس کے ہٹ نمبر ایک سو بیاسی میں نگرانی کیوں کر رہے تھے۔!" برنارڈ ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔

"مم.... میں.... یعنی کہ میں.... میں کچھ بھی نہیں سمجھا جناب۔!"

"اور تمہیں اپنے یہاں پائے جانے پر حیرت بھی نہیں ہے۔!"

"وہ تو.... وہ تو ہے جناب.... !لیکن میری عقل چکرا رہی ہے۔ا"

"کیوں؟" ڈپٹ کر پوچھا تھا اس نے۔

"میں کسی ہٹ نمبر ایک سو چوراسی کو نہیں جانتا۔!"

"ایک سو بیاسی....!"

"چلئے وہی سہی۔! لیکن میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ اگر تم اتنے ہی لاعلم ہو تو یہاں تمہاری موجودگی کا کیا مطلب ہے۔!"

"یہی تو میں خود بھی سوچ رہا ہوں کہ آخر میں نے ان دونوں آدمیوں کا کیا بگاڑا تھا۔ اپنی گاڑی میں عادل نگر کی طرف جا رہا تھا کہ ایک گاڑی نے سڑک پر آڑی ہو کر میرا راستہ روک لیا۔ بس ٹکر ہوتے ہوتے بچی تھی۔ میں اپنی گاڑی سے یہ معلوم کرنے کے لئے اترا تھا کہ آخر انہیں کیا تکلیف ہے۔!

بس پھر وہ دونوں اپنی گاڑی سے نکل کر مجھ پر ٹوٹ پڑے.... پتا نہیں گردن پر کس چیز سے وار کیا تھا کہ ابھی تک دکھ رہی ہے۔ اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا تھا۔ اور یہاں اس کمرے میں کیسے پہنچا۔ اور یہ میم صاحبہ کون ہیں.... آپ کون صاحب ہیں اور وہ دونوں مردود کون تھے....!"

"مت بکواس کرو۔ تم عمران کے آدمی ہو۔!"

"کون عمران۔! آپ نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں! کوئی مائی کا لال قسم کھا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کبھی کسی ہٹ کی نگرانی کی ہے۔!"

"اچھا تو پھر تمہارے وہ دونوں ساتھی ہٹ نمبر ایک سو ستاسی کیوں چھوڑ بھاگے۔!"

"خدا کی پناہ۔ اب میرے کوئی دو ساتھی بھی پیدا ہو گئے۔ یقیناً آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب۔!.... اوہ.... خدایا.... میری گاڑی کہاں ہے؟"

وہ کوئی جواب دینے کی بجائے عمران کو گھورتا رہا۔

"میں کہتا ہوں! یہ راہزنی ہے.... اس طرح مجھ سے میری گاڑی چھینی گئی ہے اور اب مجھ پر کوئی الزام لگا کر تم لوگ پولیس کیس بنانا چاہتے ہو۔!" وہ غصیلے لہجے میں بولا۔

"زیادہ اڑنے کی کوشش مت کرو۔ تھوڑی دیر بعد تم سے سب کچھ اگلوالیا جائے گا۔!"

اس "تھوڑی دیر بعد" پر عمران کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ فی الحال وہاں تنہا تھا۔ اور تھوڑی دیر بعد کچھ اور لوگ بھی پہنچنے والے ہیں۔ وہ سوچنے لگا اگر برنارڈ نے شہزاد کی جگہ لی ہے تو یقیناً کوئی اہم حیثیت رکھتا ہو گا اس گروہ میں۔ لہذا اب جو کچھ بھی کرنا ہے کر گذرنا چاہئے.... ورنہ اگر کچھ اور بھی آ گئے اس کی مدد کو تو کھیل بگڑ جائے گا۔ وہ تو یہ سوچ کر اس حد تک آیا تھا کہ شائد ہپی سے ملاقات ہو جائے لیکن یہ برنارڈ بھی کچھ بُرا نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے ہپی کی شخصیت پر روشنی ڈال سکے۔

وہ خاموش برنارڈ کو دیکھتا رہا۔ اسی دوران میں برنارڈ نے تھیلما کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا تھا۔

جیسے ہی وہ دروازے کی طرف بڑھی عمران جلدی سے انگلش میں بولا۔ "خدا کے لئے محترمہ مجھے تنہا نہ چھوڑیئے۔ یہ آدمی پاگل معلوم ہوتا ہے کہیں فائر نہ کر بیٹھے مجھ پر۔!"

"خاموش رہو۔!" برنارڈ زور سے بولا۔

"رک جایئے محترمہ!" عمران گھگھیایا۔ لیکن وہ نکلی چلی گئی۔ عمران بستر سے اٹھا تھا۔

"بیٹھے رہو....!" برنارڈ نے ریوالور کو جنبش دی۔

"گدھے ہو تم اچھے خاصے! میں تو ان خاتون کی موجودگی میں لپاڈگی نہیں کرنا چاہتا تھا۔!"

"میں فائر کر دوں گا....!" برنارڈ غرایا۔

"شوق سے کر دو۔!"

"تو میرا خیال غلط نہیں تھا۔!"

"بالکل درست تھا.... اور اب میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔!" عمران ہنس کر بولا۔

"تو تم عمران ہی کے آدمی ہو۔!"

"سو فیصد یہی بات ہے مسٹر برنارڈ۔! فائر کر کے تم فائدے میں نہ رہو گے۔ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف نہیں ہے۔!"

"اگر تم عمران ہی کے آدمی ہو تو میں فائر کر کے تمہیں ضائع نہیں کروں گا۔ تم نے مناسب مشورہ دیا ہے۔ تمہیں ایک بار پھر بے ہوش ہونا پڑے گا۔!"

اس نے ریوالور بغلی ہولسٹر میں رکھ لیا اور دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے عمران کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو!" عمران نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میں تو مذاق کر رہا تھا۔"

برنارڈ نے قہقہہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ حلق ہی میں گھٹ کر رہ گیا۔ کیونکہ عمران نے غیر متوقع طور پر اچھل کر اس کے سینے پر لات رسید کر دی تھی۔

وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ دوبارہ کسی باز کی طرح جھپٹا تھا اور اسے دبوچ بیٹھا تھا۔

پھر بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر فرش پر سر ٹکرانا شروع کر دیا تھا۔ گھٹی گھٹی سی چیخیں برنارڈ کے حلق سے نکلی تھیں۔ ٹھیک اسی وقت تھیلما دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

عمران نے برنارڈ کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور کھینچ کر اس کا رخ تھیلما کی طرف کرتے ہوئے کہا۔!" آواز نہ نکلے ورنہ کھوپڑی اڑا دوں گا۔ تندرست اور خوبصورت عورتوں کا خون مجھے بہت بھاتا ہے۔!"

برنارڈ بے حس و حرکت ہو گیا تھا اور تھیلما تو جہاں تھی وہیں رک گئی تھی۔ اس کا منہ حیرت اور خوف سے کھلا ہوا تھا۔ نظریں برنارڈ کے زخمی چہرے اور سر پر جم کر رہ گئی تھیں۔

وہ تھکے تھکے سے انداز میں بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ عمران کے ہاتھ میں نظر آنے والے ریوالور نے اس پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا۔

"لیٹنا چاہو تو لیٹ بھی سکتی ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔!" عمران بولا۔

"تم نے بڑی درندگی کا برتاؤ کیا ہے اس بے چارے سے۔!" وہ بالآخر بولی۔!" مجھے تو یہ بتایا گیا تھا کہ معمولی قسم کے ذہنی مریض ہو۔ خود کو آدمی کی بجائے بلی کا بچہ سمجھنے لگے ہو۔!"

"مرغی کا۔!" عمران نے بڑے خلوص سے تصحیح کی۔

"چلو یہی سہی لیکن.... کیا تم یہ ریوالور جیب میں نہیں رکھ سکتے....!" وہ بڑی لگاوٹ سے مسکرا کر بولی۔

"نہیں اسے میرے ہاتھ ہی میں رہنے دو.... خطرناک معلوم ہوتی ہو۔!"

"بھلا وہ کیسے....!" وہ لچک کر بولی۔

"اس وقت میں بیہوش نہیں تھا جب تم شائد اپنے شوہر کی پٹائی کررہی تھیں۔!"

"ارے وہ تو بے بی ہے میرا.... کتنا ہی پیٹوں برا نہیں مانتا۔ دراصل ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی مرمت کرتے رہتے ہیں۔ بے حسی کی زندگی کس کام کی۔!"

"کیا افیون دے کر سُلا آئی ہو.... غل غپاڑہ نہیں مچا رہا۔!"

"کمرے میں بند کر آئی ہوں.... کسی کتے کے پلے کو بھی قریب برداشت نہیں کرسکتا اتنا چاہتا ہے مجھے۔!"

"ٹھیک ہے! اب تم مجھے اتنی دیر تک باتوں میں الجھائے رکھو کہ اس کے ساتھی بھی آجائیں۔!"

"اوہ.... نو نو ڈیئر.... میں تو کچھ جانتی بھی نہیں۔!"

"تو پھر۔!"

"میرے ایک دوست نے مجھ سے استدعا کی تھی کہ اس کے ایک مریض کو کچھ دنوں کے لئے اپنے پاس رکھ لوں۔ کسی ڈاکٹر برنارڈ کا فون نمبر دیا تھا۔ کہ مریض کے پہنچتے ہی اسے مطلع کردوں۔ وہ آکر اس کی دیکھ بھال کرے گا۔ یہ تمہارا اچھا ہی تو ہے جس کا تم نے یہ حشر کیا ہے۔!"

"تھا تو نہیں لیکن چچا بنانا پڑا ہے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ کون ہیں اور انہوں نے مجھے اس طرح کیوں پکڑوایا۔"

"ہاں.... ہاں ہوسکتا ہے! اگر ایسی باتیں نہ کرو تو ذہنی مریض کیسے کہلاؤ۔ لیکن یہ تم نے بہت بُرا کیا ہے۔!" وہ زخمی اور بیہوش برنارڈ کی طرف اشارہ کرکے رہ گئی۔

"اب تم مجھے اپنے اس دوست کا نام اور پتا بتاؤ جس نے مجھے مریض بنا کر یہاں بھجوایا

ہے۔!"

"کیا تم سچ مچ نہیں جانتے۔!"

"جانتا ہوتا تو پوچھتا کیوں۔!"

"اس کا نام کوبرا ہے۔!"

"یعنی کالا ناگ۔!"

"جو دل چاہے سمجھ لو..... اُس نے مجھے اپنا یہی نام بتایا تھا۔ پھر میں کیوں الجھن میں پڑتی کہ اس کا اصل نام کیا ہے۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ رہتا کہاں ہے....!"

"بڑا عجیب دوست ہے اور بڑی حیرت انگیز ہے یہ دوستی۔ ویسے میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ اگر میں اس کے ہاتھ آئے بغیر یہاں سے نکل گیا تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔!"

"کیوں....؟" وہ اچھل پڑی۔

"اسی قسم کا آدمی ہے۔ جس مہرے کے بارے میں اسے شبہ بھی ہو جائے کہ پٹ جائے گا اسے خود ہی ٹھکانے لگا دیتا ہے۔!"

"تم کیا جانو۔!"

"اسی جاننے ہی کی بناء پر وہ مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔!"

"مجھے اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ بتاؤ۔ میں کچھ بھی تو نہیں جانتی۔!"

"اگر جاننا ہی چاہتی ہو تو فی الحال میرے ساتھ نکل چلو۔ ورنہ اگر کچھ لوگ اور بھی پہنچ گئے تو دشواری ہوگی۔!"

"تم مجھے کہاں لے جاؤ گے۔!"

"یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔!"

"کس طرح اعتماد کر لیا جائے تم پر.... اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ کہ اس کے بغیر میں ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔!"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔!" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا خیال تھا۔!"

"اس نے تمہیں کسی گھٹیا قسم کے نشے کا عادی بنا دیا ہے۔" وہ کچھ نہ بولی۔

عمران نے کہا۔ "میرے ساتھ چلو میں بھی فراہم کر سکوں گا تمہارے لئے۔!"

"کب تک۔!"

"جب تک تم کہو گی۔!"

"اوہ.... اب تم خود ہی دیر لگا رہے ہو! جانا ہے تو نکل جاؤ۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ کچھ اور لوگ بھی آ ہی جائیں۔ ویسے میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی مجھے اسکے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔!"

"تمہیں موت کے منہ میں نہیں چھوڑ سکتا۔!"

"کیا مطلب۔!"

"تمہیں ساتھ لے جانے کے معاملے میں سنجیدہ ہوں۔!"

"میں نادر کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی اور پھر میں کیسے یقین کر لوں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو سچ ہے۔!"

"ہاں آں ہو سکتا ہے....!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ محض اندیشہ ہی ہو۔ اگر تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں تو وہ تمہیں زندہ ہی رہنے دے۔!"

"میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ اس کا نام کوبرا ہے بہت دولت مند ہے اور....!"

"تمہارے لئے چرس مہیا کرتا ہے... خود تم کہیں جا کر خرید نہیں سکتیں۔ کیونکہ یہ تمہارے وقار کے منافی ہے۔!"

"یہی سمجھ لو....!" وہ سر ہلا کر بولی۔

"لیکن میں اسے لے جاؤں گا۔!" عمران نے برنارڈ کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ضرور لے جاؤ۔!"

"تم اسے کیا بتاؤ گی۔!"

"یہی جو کچھ ہوا ہے۔!"

"اپنی ذات کو قطعی الگ رکھنا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"میری اور تمہاری گفتگو کے بارے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلنے پائے ورنہ سچ مچ ماری جاؤ گی۔!"

"میں سمجھتی ہوں۔!"

"اچھی بات ہے میں اسے اٹھاتا ہوں تم صدر دروازے تک میری رہنمائی کرو۔ پھر یہاں کے برقی نظام کا مین سوئچ آف کر دینا۔!"

"پھر کب ملو گے....!"

"کیوں.... کیا یہ ضروری ہے....!۔"

"تم سے دوبارہ ملنے کو دل چاہ رہا ہے.... نہ جانے کیوں؟"

"اگر تمہارے بے بی کو علم ہو گیا تو....!"

وہ ہنس پڑی تھی۔

حقیقتاً عمران فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ وہ بے بی کے بارے میں جھوٹ بول رہی ہے یا اس کا بیان صداقت پر مبنی ہے....! لیکن اب وہ جلد سے جلد وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔!

اس کے وہ دونوں ماتحت اس وقت ستنام ہاؤز کے باہر موجود تھے جنہیں اس نے اس مرحلے کے لئے ہدایات دی تھیں۔ اسکیم کے مطابق انہوں نے اس گاڑی کا تعاقب کیا تھا۔ جس میں عمران یہاں تک لایا گیا تھا۔

بہر حال اب عمران یہاں سے فوراً نکل جانا چاہتا تھا۔ اس نے بے ہوش برنارڈ کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور تھیلما کی رہنمائی میں آگے بڑھنے لگا۔

راہداری میں پہنچا ہی تھا کہ عمارت کے کسی حصے سے شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی.... خاصا زور دار چھناکا ہوا تھا۔

"چلو.... ادھر۔!" تھیلما نے عمران کا بازو پکڑ کر ایک دروازے کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

اس نے دروازہ کھولا تھا اور اسے اندر دھکیل کر باہر سے بند کر لیا تھا.... اندھیرے کمرے میں عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ برنارڈ اب بھی اس کے کاندھے پر لدا ہوا تھا۔

دفعتاً اس نے تھیلما کی آواز سُنی۔

"اوہ.... تو یہ تم تھے کھڑکی کا شیشہ توڑ ہی دیا آخر....!"

"تم کیا کرتی پھر رہی ہو....!" نادر سلمانی کی آواز آئی۔

"نیند نہیں آ رہی۔!"

"مجھے اس کمرے میں لے چلو۔!"

"ارے....وہ تو اس کا چچا برنارڈ اسے لے بھی گیا۔!"

"تم جھوٹی ہو.... چلو....!"

"دیکھو ڈارلنگ میں بہت تھک گئی ہوں۔ بات نہ بڑھاؤ۔!"

"چلو....!" وہ حلق پھاڑ کر چیخا....اور ساتھ ہی چٹاخ کی آواز آئی تھی۔

"مارے جاؤ.... میں اس وقت تم پر ہاتھ اٹھانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔!" تھیلما کہتی سنائی دی۔

"چٹاخ چٹاخ۔" کئی آوازیں آئیں۔

"یہ یاد رکھو....اس کے بعد جب بھی میرا ہاتھ اٹھے گا.... تم لہو لہان ہو جاؤ گے....!"

دفعتاً عمران نے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور باہر نکل آیا۔ خدشہ تھا کہ کہیں یہ قصہ طویل نہ ہو جائے۔ دونوں بوکھلا کر ایک طرف ہٹ گئے۔

"میں گیا نہیں تھا....اب جا رہا ہوں مادام....!" اس نے کہا۔

"ہاں....ہاں....اچھا.... آؤ.... میرے ساتھ۔!" تھیلما آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

نادر سلمانی جہاں تھا وہیں کھڑا احمقوں کی طرح انہیں دیکھتا رہا۔ گویا زبان ہی گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ ان کے پیچھے جھپٹا تھا۔ تھیلما اس کے قدموں کی چاپ سن کر ایک دم گھوم گئی۔

"جاؤ اپنے کمرے میں جاؤ۔ مجھے مجبور نہ کرو۔!" وہ غرائی تھی۔

"ہرگز نہیں! وہ زخمی معلوم ہوتا ہے۔ میں پولیس کو فون کروں گا۔ میرا فرض ہے۔!"

"جاؤ۔" اس نے پھر ہاتھ گھما دیا۔ لیکن سلمانی اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"آپ جہاں ہیں وہیں ٹھہریئے محترمہ!" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ "میں چلا جاؤں گا۔!"

اب اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ صدر دروازہ کہاں ہو گا۔ بے ہوش برنارڈ کی جیب سے گاڑی کی چابی پہلے ہی برآمد کر چکا تھا۔ کمپاؤنڈ میں چوکیدار سے مڈبھیڑ ہو گئی! اس نے بھی زخمی کو حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تھا۔

"اے چوکیدار... گھبراؤ نہیں۔!" وہ اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔!" میں وہی کسٹم آفیسر ہوں جس نے تھوڑی دیر پہلے تم سے بات کی تھی۔ واقعی یہ لوگ چرس کا بیوپار کرتے ہیں۔

"لیکن.... صاحب....!"

"بیوقوف میں بھیس بدلے ہوئے ہوں۔ کیا تم آواز سے نہیں پہچان سکتے۔!"

"جی صاحب! آواز تو وہی ہے۔!"

"میں بھی وہی ہوں۔ یہ شخص کچھ دیر پہلے یہاں آیا تھا۔!"

"جی صاحب۔!"

"اس کی گاڑی کدھر ہے۔!"

"وہ رہی ادھر صاحب۔!"

"اچھا تم جلدی سے یہاں کا لائٹ بجھا دو۔!"

اس نے بڑی پھرتی سے حکم کی تکمیل کی تھی۔ کمپاؤنڈ میں اندھیرا چھا گیا۔! لیکن سڑک کی روشنی اتنی تھی کہ اسے گاڑی کا ہیولیٰ نظر آسکتا۔

چوکیدار پھر اس کے قریب آکھڑا ہوا تھا۔ اس نے برنارڈ کو عمران کے کاندھے سے گاڑی میں منتقل کرنے میں بھی مدد دی تھی۔

"دیکھو۔ اگر کوئی تم سے کچھ پوچھے تو کہہ دینا کہ مریض کے آنے کے بعد ایک صاحب اور بھی آئے تھے اور مریض کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہ کہنا۔!"

"بہت اچھا صاحب۔!"

عمران نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی اور کمپاؤنڈ سے نکلا چلا آیا تھا۔!

علامہ دہشت آرام کرسی پر نیم دراز کسی کتاب کے مطالعے میں منہمک تھا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا تھا۔ اور دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن کر بھنویں سکڑ گئیں۔!

"تم کہاں سے بول رہے ہو....!" اس نے پوچھا۔

"گھر سے جناب۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اتنے دنوں کہاں غائب رہے۔!"

"وہی بتانے کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"

"آجاؤ۔!"

"لیکن پولیس۔!"

"اوہ.... ختم کرو.... پولیس یہی تو معلوم کرنا چاہتی ہے کہ تم میری کیمپنگ میں شامل رہے تھے.... میں نے خود ہی اس کی تصدیق کردی تھی.... آخر تم اس طرح چھپے کیوں پھر رہے ہو۔ ان چھ لڑکوں میں سے کسی کا بھی پتا نہیں جو میرے ساتھ تھے۔ بقیہ لوگ کہاں ہیں۔!"

"مجھے علم نہیں جناب! میں ایک پراسرار آدمی کی نجی قید میں تھا۔!"

"بڑی عجیب خبر سنائی تم نے.... تم فوراً آجاؤ۔ اب پولیس تم لوگوں سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کرے گی.... میں نے نیچے سے اوپر تک سبھوں کے دماغ درست کردیئے ہیں۔!"

"اوہ تو پھر میں آجاؤں۔!"

"فوراً....!" کہہ کر علامہ نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔

دفعتاً ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کسی کا ملاقاتی کارڈ تھا۔ علامہ نے کارڈ لے کر دیکھا تھا۔ اور پل بھر کے لئے اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک نظر آئی تھی۔

"انہیں اندر لے آؤ۔!" اس سے کہا۔ اور ملازم چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد محکمہ سراغ رسانی کا سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"خوش آمدید کیپٹن۔!" علامہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہوئے اٹھا۔

"مجھے افسوس ہے پروفیسر کہ اس بار پھر تکلیف دینی پڑی۔"

"کوئی بات نہیں تشریف رکھئے۔!"

"ان سات افراد میں سے چار نے پولیس سے رابطہ قائم کرلیا ہے!" فیاض بیٹھتا ہوا بولا۔!

"لیکن ان کی کہانی حیرت انگیز ہے۔"

"پانچویں کی فون کال ابھی ابھی میرے پاس آئی تھی۔" علامہ مسکرا کر بولا۔!"وہ بھی کوئی کہانی ہی سنانا چاہتا ہے۔! برسبیل تذکرہ کیا آپ مجھے ان چاروں کے نام بتاسکیں گے۔!"

"کیوں نہیں۔ ایک کا نام عابد ہے دوسرے کا جمیل تیسرا شائد افضل ہے اور چوتھا سیف الدین...."

"اور جواد مجھے اپنی کہانی سنانے آرہا ہے۔!" پروفیسر پر تفکر لہجے میں بولا۔ "ہو سکتا ہے آپ سے یہیں ملاقات ہو جائے۔ اب صرف شیلا اور پیٹر رہ جاتے ہیں۔!!"

"لیکن ان چاروں کی کہانی ایک ہی ہے۔!" فیاض علامہ کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

اسکے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار تھے۔ نہ اس نے کہانی سننے کی فرمائش کی اور نہ کچھ اور ہی بولا۔

فیاض نے کھنکار کر کہنا شروع کیا۔ "ان کا بیان ہے کہ وہ کسی آدمی کی قید میں تھے۔ کہانی ایک ہی ہے لیکن ایک کو دوسرے کی خبر نہیں تھی۔ حالات کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسی ایک ہی آدمی کی قید میں تھے۔ لیکن انہیں الگ الگ رکھا گیا تھا۔"

"رہا کیسے ہوئے۔!"

"آج صبح شہر کے مختلف حصوں میں بے ہوش پڑے پائے گئے تھے۔ اس پر روشنی نہیں ڈال سکے کہ وہ اس آدمی کی قید سے ان جگہوں پر کیسے منتقل ہوئے تھے۔!"

"قصے کہانیوں کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔!" علامہ نے بیزاری سے کہا۔ "بات یاسمین کی موت سے شروع ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں انہوں نے کیا بتایا۔!"

"اس سے زیادہ نہیں بتا سکے جتنا آپ بتا چکے ہیں۔!"

"تو پھر آپ کیوں آئے ہیں۔!" علامہ کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"یہ بتانے کیلئے کہ وہ پراسرار آدمی ان سے صرف آپکے بارے میں پوچھ گچھ کرتا رہا تھا۔!"

"خوب۔ تو اب کہانی اس ڈگر پر جارہی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!"

"خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ میری ہی قید میں تھے۔ اور میں کسی کی وساطت سے پولیس کے لئے نئی راہ متعین کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ محض اس لئے کہ یاسمین والے معاملے میں شبہے سے بالاتر ہو جاؤں۔!"

"بھئی کمال کر دیا آپ نے!" فیاض ہنس کر بولا۔ "اچھا نکتہ سجھایا آپ نے.... میرا تو دھیان

ہی نہیں گیا تھا اس طرف۔!"

"اور یہ نکتہ بھی اس لئے بچھایا ہے کہ میری بے گناہی پر بالکل ہی یقین کر لیں۔!"

"پروفیسر پلیز۔!" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔"میں تو اس لئے آیا تھا کہ ان لڑکوں کے بتائے ہوئے حلیے والے آدمی سے متعلق گفتگو کروں۔!"

"کیا حلیہ بتایا ہے انہوں نے۔!"

"خوفناک چہرہ۔ پھولی ہوئی بھدی ناک۔ مونچھیں اتنی گھنی کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا ہے۔ آنکھیں عموماً سرخ رہتی ہیں۔!"

"نہیں۔ میں ایسے کسی آدمی کو نہیں جانتا۔!"

"یادداشت پر زور دیجئے۔ ماضی بعید میں جھانکیے کوئی دشمن.... کوئی حریف ہو سکتا ہے اس وقت مونچھیں نہ رہی ہوں۔ لیکن پھولی ہوئی بھدی ناک۔!"

"ٹھہریئے.... مجھے سوچنے دیجئے۔!" علامہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

تھوڑی دیر تک ناک اور بھوں پر زور دیتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔"نہیں کیپٹن۔ کوئی ایسا آدمی یاد نہیں آتا۔"

"ہو سکتا ہے دو ایک دن بعد یاد آجائے۔" فیاض نے کہا۔

"بظاہر تو امید نہیں... دراصل کیپٹن.... میری آج تک کسی سے بھی دشمنی نہیں رہی۔"

ملازم پھر کمرے میں داخل ہوا اور جواد کے آنے کی اطلاع دی۔

"وہی لڑکا ہے۔!" علامہ نے فیاض کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہو سکتا ہے میری موجودگی میں کھل کر گفتگو نہ کر سکے۔!" فیاض بولا۔

"جو مناسب سمجھیں۔!"

"میں دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہوں۔!"

"ٹھیک ہے۔!" علامہ سر ہلا کر بولا۔"لیکن میرا خیال ہے ایسی جگہ چھپنا چاہئے آپ کو جہاں سے آپ ہماری گفتگو سن سکیں۔ یہاں اس پردے کے پیچھے آجایئے۔!" فیاض اٹھ کر بتائی ہوئی جگہ پر چلا گیا تھا۔

یہ سب کچھ ملازم کی موجودگی ہی میں ہوا تھا۔ اس کے بعد علامہ نے اس سے کہا تھا کہ جواد کو

اندر بھیج دے۔! جواد کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ بیٹھتے ہی اس نے اپنی کہانی شروع کردی۔ اور اس آدمی کا حلیہ وہی بتایا جو کچھ دیر پہلے فیاض بتا چکا تھا۔ اور کہانی بھی ان چاروں سے مختلف نہیں تھی۔

"آخر وہ میرے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتا تھا۔!" علامہ نے سوال کیا۔

"آپکی مصروفیات کے بارے میں آپ کے نظریات۔ مخصوص شاگردوں کے بارے میں!"

"تم نے کہا نہیں کہ اسے یہ ساری باتیں میری لکھی ہوئی کتابوں سے بھی معلوم ہو سکتی ہیں۔!"

"میں نے کہا تھا۔! لیکن جناب اس کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سمجھتا ہو کہ یاسمین کی موت میں آپ ہی کا ہاتھ ہو۔!"

"یہ بھی پرانی بات ہوئی۔ خود پولیس کا بھی یہی خیال ہے۔!"

"پولیس والوں کا دماغ چل گیا ہے۔ لیکن وہ آدمی میری سمجھ میں نہیں آسکا۔!"

"ہوگا کوئی... جہنم میں جائے۔ لیکن تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ رہائی کیسے نصیب ہوئی۔!"

"آج صبح آنکھ کھلی تو کنگسٹن کے ایک فٹ پاتھ پر پڑا ہوا تھا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور گھر کی راہ لی۔"

"تمہارے ساتھ اور کون تھا۔!"

"کوئی بھی نہیں۔ اس کمرے میں بھی تنہا تھا۔ جس میں رکھا گیا تھا۔"

"تم پر اس نے تشدد تو نہیں کیا۔!"

"نہیں جناب۔! قطعی نہیں۔ مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بس کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔!"

"اس عمارت کے بارے میں بھی کچھ اندازہ لگا سکے تھے کہ کس علاقے میں ہو سکتی ہے۔!"

"نہیں جناب! کمرے کی ساخت ہی ایسی نہیں تھی کہ باہر کا کچھ حال معلوم ہو سکتا۔!"

"فرنیچر وغیرہ سے کم از کم اس آدمی کی حیثیت کا اندازہ تو لگا ہی سکے ہو گے۔"

"بے حد قیمتی فرنیچر تھا جناب۔!"

"اس آدمی کو پہلے بھی کہیں دیکھا تھا۔!"

”نہیں جناب! مجھے تو نہیں یاد پڑتا۔“

”اپنے علاقے کے تھانے میں جا کر یہی بیان دے دو۔!“

”بہت بہتر جناب۔!“

”جتنی جلد ممکن ہو۔!“

جواد واپسی کے لئے اٹھ گیا۔! پروفیسر نے اسے روکا نہیں تھا۔ اس کے چلے جانے پر فیاض پردے کے پیچھے بر آمد ہوا۔

”میں نے اسے غلط مشورہ تو نہیں دیا کیپٹن!“ علامہ نے پوچھا۔

”بہت مناسب۔! اور سوالات بھی غیر ضروری نہیں تھے۔!“

”اس پر اسرار آدمی نے مجھے فکر مند کر دیا۔ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔!“

”یہ پہلا موقع ہے کہ اس شہر میں ایسی کوئی بات ہوئی ہے۔!“ فیاض بولا۔

”اب میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں۔!“ علامہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”ضرور.... پروفیسر۔!“

”کیا آپ کو ان پانچوں کی کہانی پر یقین آ گیا ہے۔!“

”اس سلسلے میں کوئی جواب دینا قبل از وقت ہوگا۔!“

”تو آپ کو یقین نہیں آیا۔“

”میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔!“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ یقین کر لینے کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور موجود ہے۔!“

”ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو۔!“ فیاض مسکرا کر بولا۔

”تو اس پر اسرار آدمی کے بارے میں آپ پہلے سے بھی کچھ جانتے ہیں۔!“

”شائد۔!“

”خدا کا شکر ہے۔ ورنہ میں تو یہی سمجھا تھا کہ شاید آپ اسے میرا ہی تصنیف کردہ ڈرامہ سمجھیں گے۔!“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اچھا اب اجازت دیجئے۔!“

”چائے آ رہی ہوگی۔“

”نہیں تکلیف نہ کریں۔ بہت جلدی میں ہوں۔“

فیاض کے چلے جانے پر اس نے ملازم کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی بجائی تھی اور کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔! آنکھوں میں تشویش کے آثار گہرے ہو گئے تھے۔!

ملازم کے آنے پر بولا تھا۔!”ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔ میں باہر جاؤں گا۔!“

برنارڈ کو بھی سائیکو مینشن ہی لایا گیا تھا۔ لیکن اس سے ابھی تک کسی قسم کی بھی گفتگو نہیں کی گئی تھی۔ جس کمرے میں اسے رکھا گیا تھا۔ اس میں کوئی داخل بھی نہیں ہوا تھا۔ ویسے اس کے ہوش میں آجانے کی اطلاع عمران کو پہنچادی گئی تھی۔ شارٹ سرکٹ ٹیلی ویژن پر اس کی نگرانی کی جاتی رہی تھی۔

فی الحال عمران کا قیام بھی سائیکو مینشن ہی میں تھا۔ یہیں سے اس نے فون پر کیپٹن فیاض سے رابطہ قائم کیا۔ اور دوسری طرف سے کسی بھیڑیئے کی سی غراہٹ سن کر بے اختیار مسکرا پڑا۔

”تم ہو کہاں فلیٹ میں تو قفل پڑا ہوا ہے۔!“

”تمہیں مجھ پر نظر رکھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے کیا؟“ عمران نے سوال کیا تھا۔

”پیٹر اور شیلا کہاں ہیں۔!“

”گھاس تو نہیں کھا گئے۔ میں کیا جانوں، تمہاری ہی زبانی سُنا تھا کہ وہ ساتوں روپوش ہو گئے ہیں۔!“

”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے۔!“

”کچھ جاننے کی فرصت ہی نہیں۔ کیونکہ آج کل تمہارے لئے جھنجھنے خرید تا پھر رہا ہوں۔!“

”کیا بکواس ہے۔!“

”ٹافی لو گے یا آئس کریم۔!“

”میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم نے پروفیسر دہشت کے شاگردوں کو کیوں بند کر رکھا ہے۔!“

”انگلش میں پوچھو تو شائد میری سمجھ میں آسکے۔! آجکل چاسر کی کینٹر بری ٹیلز پڑھ رہا

ہوں۔ اور تمہیں مطلع کر دوں کہ تم اس فون کا سراغ نہیں پا سکو گے جس پر میں گفتگو کر رہا ہوں۔ اپنے ماتحت سے کہہ دو کہ جھک نہ مارے۔!"

فیاض فوراً ہی کچھ نہیں بولا تھا۔!

"ہیلو۔!" عمران نے اُسے للکارا۔

"یہ بتاؤ کہ تم نے اس وقت مجھے کیوں فون کیا ہے۔!" فیاض نے کسی قدر دبی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ معلوم کرنے کیلئے کہ یاسمین کی موت کا معمہ حل ہو جانے کے بعد تم کیا کر رہے ہو۔!"

"بہت کچھ کرتا۔ اگر تم روک نہ دیتے۔"

"میں نے صرف یاسمین کے گھر والوں کو بور کرنے سے روکا تھا۔!"

"اچھا.... اچھا.... !میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔!"

"فی الحال ناممکن ہے۔!"

"جوزف کا کیا قصہ تھا.... !"

"کسی نے اسے ایک ایسی عمارت میں پہنچا دیا جہاں پہلے سے ایک ٹائم بم رکھا ہوا تھا۔ کیا اس کا بیان تمہاری نظروں سے نہیں گذرا۔"

"میں اصل واقعہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔!"

اصل واقعہ یہ ہے کہ سب کچھ بکواس ہے! اس کی ٹانگ پر ایک پراسرار مکھی بیٹھ گئی تھی۔ بس وہیں سے ہڈی چٹخ گئی۔!"

"تم کسی بڑی مصیبت میں پڑنے والے ہو۔!"

"جب سے پیدا ہوا ہوں چھوٹی مصیبت تو کبھی خواب میں بھی نہیں نظر آئی۔ اب تم بتاؤ کہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔!"

فیاض نے علامہ کے ان پانچوں شاگردوں کی کہانی شروع کر دی۔ جن کے بیان کے مطابق وہ کسی پراسرار آدمی کی قید میں رہے تھے۔!

عمران نے اختتام پر قہقہہ لگا کر کہا۔ "وہ علامہ ہی کی قید میں رہے تھے۔" تاکہ وہ خود کو بے گناہ ثابت کر سکے۔!"

"بہت دور کی کوڑی نہیں لائے ہو۔!" فیاض سرد لہجے میں بولا۔

"تو پھر وہ کس کی قید میں رہے ہوں گے۔!"

"سو فیصد تمہاری حرکت معلوم ہوتی ہے۔!"

"کیا میرا حلیہ ان کے بتائے ہوئے حلیے سے مطابقت رکھتا ہے۔!"

"تم ذاتی طور پر ان کے سامنے آئے بغیر بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہو۔!"

"شیلا اور پیٹر کی واپسی نہیں ہوئی۔!" عمران نے پوچھا۔

"تم بہتر طور پر جانتے ہو گے۔ دیکھو پھر کہتا ہوں کہ مجھ سے مل لو ورنہ پھر مجھے الزام نہ دینا۔!"

"میں تمہیں الزام دیئے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہوں۔!" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس نے دراصل اس لئے فیاض کو فون کیا تھا کہ ان پانچوں کے بارے میں رپورٹ مل سکے۔ جنہیں اس نے آزاد کر دیا تھا۔

اپنے کمرے سے نکل کر وہ اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں برنارڈ مقید تھا۔

وہ بستر پر بیٹھا ہوا ملا۔ ناشتے کا سامان میز پر بدستور رکھا ہوا تھا۔ شائد اس نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

"تم آخر خود کو سمجھتے کیا ہو۔!" وہ عمران کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران اس وقت میک اپ میں نہیں تھا۔

"بیٹھے رہو۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہاں کوئی تمہاری چیخوں کی طرف توجہ تک نہیں دے گا۔!"

"تمہیں پچھتانا پڑے گا۔!" وہ اسے گھونسہ دکھاتا ہوا بولا لیکن اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔

"پچھتالوں گا بھئی۔! لیکن اس سے پہلے تھوڑی سی گفتگو ہو جائے تو کیا ہرج ہے۔!"

"کیسی گفتگو۔!"

"شہزور سے متعلق۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو۔!"

"شہزور کی انگریزی بتاؤں کیا۔؟"

"مجھے جانے دو۔ ورنہ شہر جہنم کا نمونہ بن جائے گا۔!"

"کون بنائے گا۔ تم خود تو یہاں دھرے ہو گے۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ البتہ اسے قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ "آخر تم چاہتے کیا ہو۔!"

"میرا شہزور سے کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ میں تو ایک ایسے آدمی کے پیچھے تھا جس سے شہزور کو کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ اس کی لائن کا آدمی نہیں ہے۔ یونی ورسٹی کا پروفیسر ہے۔!"

"کیا یہ شہزور کوئی بدمعاش ہے!" برنارڈ نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"قطعی! اس لئے تو تمہیں تکلیف دی گئی ہے۔!" عمران نے جواب دیا۔

"کیا تم مجھے بدمعاش سمجھتے ہو۔!"

"نہیں.... تم سوشل ورکر بھی ہو سکتے ہو۔ لیکن اس سے تمہاری بدمعاشی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔!"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔!"

"جس لفظ سے توہین کی بو آرہی ہو! اسے تم ریکارڈ سے خارج کر سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"

"پھر کہتا ہوں مجھے جانے دو۔!"

"پھر سُن لیا میں نے! مجھے شہزور کا پتہ چاہئے۔"

"اگر میں اس نام کے کسی آدمی کو جانتا ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔!"

"وہ تمہارا باس بھی تو ہے۔!"

"واقعی جھک مار رہے ہو۔! تمہیں اس کا بھی علم نہیں ہے کہ میں کسی کا ملازم نہیں خود اپنا کاروبار رکھتا ہوں۔!"

"اس کاروبار سے میں بخوبی واقف ہوں۔!"

"پھر کیوں میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔!"

"برنارڈ.... تم اس وہم میں نہ پڑنا کہ تمہارے باس کی رسائی یہاں تک ہو سکے گی۔! میرا کاروبار بے حد سائنٹیفک ہے۔!"

"میرا کوئی باس نہیں ہے۔!"

"تو پھر میرے باڈی گارڈ کی ٹانگ تم ہی نے توڑی ہوگی۔ اس لئے تم بھی اس اذیت سے گذرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔!"

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔!"

"تم اچھی طرح سمجھتے ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں.... ٹھہرو....! اس کا مزید ثبوت دے سکتا ہوں کہ تم میری باتیں بخوبی سمجھ رہے ہو۔!"

اس نے انٹر کوم کا سوئچ آن کر کے کسی کو مخاطب کیا۔

"ان دونوں کو کمرہ نمبر گیارہ میں پہنچادو....!"

برنارڈ ٹٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ لیکن عمران کے چہرے پر لاتعلقی کے علاوہ اسے اور کچھ نہ مل سکا۔ گویا اسے قطعی اندازہ نہیں تھا کہ وہ دونوں کون ہونگے۔ جنہیں طلب کیا گیا ہے۔!

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تھا اور وہی دونوں اندر داخل ہوئے تھے جنہوں نے جوزف کا اغواء کیا تھا۔ ان کے پیچھے ایک آدمی اسٹین گن لئے چل رہا تھا۔ برنارڈ کو دیکھ کر وہ دونوں بیک وقت چونکے تھے۔ اور برنارڈ کی آنکھوں میں پہلی بار سراسیمگی نظر آئی تھی۔

"اس شخص کو پہچانتے ہو۔!" عمران نے ان دونوں سے سوال کیا۔

"کک.... کیوں نہیں۔!" ان میں سے ایک ہکلایا۔ "برنارڈ صاحب ہیں۔!"

"لیکن میں ان کو نہیں جانتا۔!" برنارڈ نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ غلط ہے!" وہی آدمی بولا۔ پہلے ہم آپ ہی کے یونٹ میں تھے جناب۔ پھر باس کے ایمرجنسی اسکواڈ میں شامل کر دیئے گئے تھے۔!"

"اور میں اسی باس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "جس کے کسی یونٹ کے تم سربراہ ہو۔!"

برنارڈ نے قہر آلود نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔!

"تم آخر کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو....! اگر تمہارے باڈی گارڈ کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے تو اس کا معقول علاج کراؤ۔ باس کا تم کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔!"

"تم غلط سمجھے ہو۔! میں تو اس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میری

ٹانگ بھی توڑ دے۔!"

"آگ سے کھیلنے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم چاہو تو باڈی گارڈ کے نقصان کا ازالہ معقول رقم سے کرا سکتا ہوں۔!"

"علامہ دہشت کو جانتے ہو۔!"

"نام سنا ہے۔!"

"تمہارے باس سے اس کا کیا تعلق ہے۔!"

"باس سے اس کا تعلق۔!" برنارڈ نے کہا۔ پھر ہنس کر بولا۔!" یقیناً تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔!"

"مجھے شہزور کا پتہ چاہئے۔!"

"اچھی بات ہے۔ پہلے تم ان دونوں سے پوچھو۔ کیا یہ جانتے ہیں کہ باس کہاں رہتا ہے۔!"

"یہ تو نہیں جانتے۔!"

"حالانکہ اسی کے ایمر جنسی اسکواڈ سے متعلق ہیں! بالکل اسی طرح میں کسی یونٹ کا سربراہ ہونے کے باوجود بھی اس کی قیام گاہ سے لاعلم ہوں۔!"

عمران نے مڑ کر مسلح آدمی سے کہا۔ "ان دونوں کو واپس لے جاؤ۔!"

برنارڈ کے چہرے پر نظر آنے والی توانائی رخصت ہو چکی تھی۔ وہ ان دونوں کو کمرے سے جاتے دیکھتا رہا۔

"اب آرام سے بیٹھ جاؤ اور ناشتہ کرو۔!" عمران نرم لہجے میں بولا۔

"خواہش نہیں ہے۔!"

"تمہاری مرضی۔! ویسے کیا تم بتا سکتے ہو کہ شہزاد کہاں ہے؟"

"باس کو بھی نہیں معلوم.... اس کے بیان کے مطابق وہ اچانک کہیں غائب ہو گیا ہے۔! اوہو.... کہیں وہ بھی تو تمہاری قید میں نہیں۔!"

"میری قید میں پہنچنے سے پہلے ہی اپنے باس کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا۔!"

"نن.... نہیں!" برنارڈ ہکلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"میں تمہیں اس کی لاش دکھا سکتا ہوں۔! لاش میرے ہی قبضے میں ہے۔!" عمران نے کہا۔

اور شہزاد کی کہانی سنانے لگا۔!

برنارڈ بیٹھ گیا تھااور اس کے چہرے پر پائی جانے والی سراسیمگی کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

عمران کے خاموش ہو جانے پر بھی کچھ نہ بولا۔

عمران نے چائے دانی پر سے ٹی کوزی ہٹائی اور ایک کپ میں چائے انڈیلنے لگا۔ پھر اس نے وہ کپ برنارڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔!"لو پیئو۔!"

برنارڈ نے کپ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

"وہ درندہ ہے!" عمران بولا۔ "اپنے آدمیوں کو شطرنج کے مہروں سے زیادہ نہیں سمجھتا۔!"

"مم.... میں اس حد تک بھی نہیں سمجھتا تھا۔!" برنارڈ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اگر یہ سچ ہے کہ شہزاد اسی کے ہاتھوں سے مارا گیا ہے تو....!"

"یہ سچ ہے برنارڈ! میں مارتا تو اس کی لاش کیوں اٹھائے پھرتا۔!"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔!"

"میں ابھی تمہیں اس کی لاش دکھادوں گا۔ سرد خانے میں رکھی ہوئی ہے۔!"

برنارڈ نے چائے کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ بہت محتاط ہے۔ غالباً کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ کوئی فون نمبر بھی نہیں دیا آج تک.... ہم اس سے ٹرانس میٹر پر رابطہ قائم کرتے ہیں۔"

"وہ لوگ کون ہیں۔ جن کے پاس میرا آدمی ذہنی مریض بنا کر لے جایا گیا تھا۔"

"یقین کرو کہ میں انہیں بھی نہیں جانتا۔! اسی نے کہا تھا کہ اگر تمہارا کوئی آدمی ہاتھ آجائے تو وہیں پہنچادیا جائے۔ میں نے اس عورت کو پہلی بار دیکھا ہے۔!"

"مجھے یقین ہے۔ میں تمہاری ہر بات پر یقین رکھتا ہوں۔!"

"شکریہ....!" برنارڈ طویل سانس لے کر بولا۔ "یہ بھی بتادوں کہ مجھے شہزاد کے یونٹ کا چارج دیا گیا ہے۔!"

"کیا تم اپنی واپسی پسند کرو گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"پھر تمہارا کیا کیا جائے۔!"

"مجھے اس طرح کیوں لائے تھے۔!"

"شہزور کا پتہ معلوم کرنے کے لئے۔"

"اس طریق کار کو ترک کر دو۔ کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔! شہزور بہت محتاط ہے۔ کوئی بھی اس کا پتہ نہ جانتا ہو گا۔"

"اب میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔!"

"اور یہ بھی بتا دوں کہ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر وہ سنجیدگی سے تمہارے پیچھے پڑ گیا تو تمہارے باپ کا عہدہ کسی کام نہ آسکے گا۔!"

"باپ کا تو نام ہی نہ لو.... ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں۔!"

"بہت اونچے اونچے لوگ اس کے لئے کام کرتے ہیں۔ اس کے ایک یونٹ کا انچارج ایک مقامی ڈی ایس پی ہے۔ ایک یونٹ کو کسٹم کا ایک ڈپٹی کلکٹر کنٹرول کرتا ہے۔!"

"شائد میں ان دونوں سے واقف ہوں لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ شہزور ہی کے لئے کام کرتے ہیں۔! یقیناً وہ حیرت انگیز ہے! پتا نہیں کب سے اس دھندے میں ہے۔ اور اب مجھے اس کا علم ہوا ہے۔!"

"تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ اپنے بارے میں بتاؤ کہ اب تمہارا کیا ہو۔ واپس گئے تو مارے جاؤ گے کیونکہ اسے تمہارے اغوا کا علم ہو چکا ہو گا۔!"

"مجھے تو اب یہ ملک ہی چھوڑ دینا پڑے گا۔!"

"تو پھر دیکھو گے شہزاد کی لاش۔!"

"کیا کروں گا دیکھ کر۔ مجھے تمہاری بات پر یقین ہے۔!"

تھیلماد شواری میں پڑ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہو گا چرس کہاں سے ملے گی۔ ایک سال پہلے اس ہپی سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ بُری طرح اس کے ذہن پر سوار ہو گیا

تھا۔ اس سے پہلے کبھی اتنے مکمل مرد سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ اس نے اسے چرس کی لت لگادی۔ خود ہی مہیا کرتا تھا ورنہ تھیلما ان گری پڑی عورتوں میں سے نہیں تھی جو منشیات کے حصول کے لئے ادھر اُدھر بھٹکتی پھرتی ہیں....! نہ وہ کسی چرس فروش کو جانتی تھی۔ اور نہ اسے یہی معلوم تھا کہ ان سے کس طرح رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔!

تین دن سے کوبرا کی شکل نہیں دکھائی دی تھی اور نہ اس نے فون ہی پر اس سے بات کی تھی۔ جب بھی فون کی گھنٹی بجتی پاگلوں کی طرح دوڑ کر کال ریسیو کرتی لیکن وہ سلمانی کے کسی موکل کی کال ثابت ہوتی۔ اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔ ایک موکل کی کال ریسیو کر کے ریسیور کریڈل پر پٹخا ہی تھا کہ گھنٹی پھر بج اٹھی۔ اس نے ریسیور اٹھالیا۔ لیکن اس بار کچھ جانی پہچانی سی آواز تھی۔

"ذہنی مریض بول رہا ہوں محترمہ۔!"

"اوہ تم ہو.... تباہ کار۔!" وہ نفرت سے بولی۔

"شائد سپلائی ختم ہو گئی ہے....!"

"میں بے موت مر رہی ہوں....!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس نے فون پر بھی تم سے رابطہ نہیں رکھا۔!"

"یہی بات ہے۔!"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں اس کی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ لہذا اپنے چوکیدار کو ہدایت کردو کہ جیسے ہی کوئی ایک پیکٹ اس کے حوالے کرے تم تک فوراً پہنچادے۔!"

"اوہ.... تم کتنے اچھے ہو....!"

"کم از کم ایک ہفتے کے لئے مطمئن ہو جاؤ....!"

"بوسہ وصول کرو....!" وہ ماؤتھ پیس میں چمکاری تھی۔

"اس سے پہلی ملاقات کہاں ہوئی تھی۔!"

"نیشنل پارک میں۔!"

"کیا وہ عموماً گھر ہی پر آتا ہے یا باہر بھی ملاقاتیں ہوتی ہیں۔!"

"کبھی کبھی فون کر کے باہر بھی بلاتا ہے....!"

"کہاں....!"

"کوئی مخصوص جگہ نہیں ہے۔ کہیں بھی بلا لیتا ہے۔!"

اچھی طرح یاد کر کے بتاؤ کہ آخری بار کہاں بلایا تھا۔!"

"اب ختم بھی کرو۔ تاکہ میں چوکیدار کو ہدایت دے سکوں۔!"

"بس یہی بتا کر تم ریسیور رکھ دینا۔!"

"پچھلی بار اس نے مجھے انٹر کانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر دو سو گیارہ میں بلایا تھا۔ اب رکھ دوں ریسیور۔!"

"رکھ دو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

وہ سلسلہ منقطع کر کے مضطربانہ انداز میں باہر کی طرف بھاگی تھی۔ چوکیدار سے راہداری میں مڈ بھیڑ ہو گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پیکٹ تھا۔!

"ایک صاحب دے گیا ہے۔!" اس نے کہا۔

تھیلما نے پیکٹ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

"یہ کیا ہے۔!" کسی جانب سے سلمانی کی آواز آئی تھی اور تھیلما نے جلدی سے پیکٹ کو بلاؤز کے گریبان میں ڈال لیا تھا۔

"تم جاؤ۔!" اس نے ہاتھ ہلا کر چوکیدار سے کہا۔

سلمانی قریب پہنچ چکا تھا۔ شاید وہ اسے گریبان میں کچھ رکھتے دیکھ چکا تھا۔ چوکیدار نے واپس جانے میں بہت تیزی دکھائی تھی۔ شائد بعد کے حالات کا اندازہ تھا اُسے۔!

"کیا چیز ہے۔!" سلمانی نے تھیلما کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں....!" تھیلما اسے سامنے سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ شائد جلد از جلد اپنے کمرے میں پہنچ کر سگریٹ بھرنا چاہتی تھی۔

"بتاؤ مجھے۔!"

"ہٹ جاؤ۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن دبوچتی ہوئی دہاڑی تھی اور سلمانی نے اچھل کر اس کے بال پکڑنے کی کوشش کی تھی۔! تھیلما نے جھلاہٹ میں اس کے پیٹ پر گھٹنا بھی رسید کر دیا۔ سلمانی زور سے کراہ کر لڑکھڑایا تھا۔ وہ اسے دھکا دے کر آگے بڑھ گئی۔ سلمانی چاروں خانے چت گرا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے پیٹ دبائے لوٹیں لگاتا رہا۔

ادھر وہ اپنے کمرے میں پہنچی تھی۔ پیکٹ کھولا تو ایک شیشی بر آمد ہوئی جس میں سیاہ رنگ کا گاڑھا سیال بھرا ہوا تھا۔ شیشی کے ساتھ ہی ایک پرچہ بھی تھا جس پر تحریر تھا۔ "چرس کا ایکسٹریکٹ... سگریٹ پر اس کی ایک لکیر کھینچو اور لطف اٹھاؤ۔ جزو رسی سے کام لیا تو نامعلوم مدت کے لئے کافی ہوگا۔!"

لیکن اس نے تو شائد فون پر ایک ہفتے کی بات کی تھی۔ پھر یہ اتنے دنوں کا انتظام کیسے کر دیا۔ وہ سوچتی رہی۔ ساتھ ہی پرچے والی ہدایت پر عمل بھی جاری تھا۔

سگریٹ کے پہلے ہی کش نے آنکھیں روشن کر دیں اور اُس کا دل نادر سلمانی کے لئے ہمدردی کے جذبے سے لبریز ہو گیا۔ لیکن وہ سگریٹ ہاتھ میں لئے ہوئے اس کے قریب نہیں جانا چاہتی تھی۔ اب اسے یاد آرہا تھا کہ کتنے زور سے اس نے اس کا گلا دبایا تھا اور پیٹ پر گھٹنا مارا تھا۔ سگریٹ کے ادھیا جانے پر وہ فولادی چٹان یاد آئی جسے وہ کوبرا کے نام سے جانتی تھی۔ سارے جسم میں لہریں دوڑ گئیں۔ نشہ دوچند ہوتا محسوس ہوا۔

لیکن .... لیکن .... وہ پھر پلٹا کیوں نہیں؟ یہاں جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں اس کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔! پھر وہ کیوں نہیں آیا کوئی فون کال بھی نہیں آئی۔

کیا اب وہ نہیں آئے گا۔ اوہ اس کے ہاتھوں تو مرنا بھی گوارا ہوگا.... وہ چٹان وہ کوہ گراں.... آخر وہ اس بدی سلمانی کو کیسے برداشت کر رہی ہے.... اسے انگلینڈ یاد آگیا۔ وہ مفلسی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ کبھی کبھی چھوٹی موٹی چوریاں کرتی۔ ایک بار ایک جنرل اسٹور پر ہاتھ صاف کر رہی تھی کہ پکڑی گئی۔ پولیس کے حوالے کی جانے والی تھی کہ وہاں نادر سلمانی پہنچ گیا۔ خاصی بڑی رقم دے کر اس نے اس کی جان چھڑائی تھی۔ اور پھر دونوں ایک دوسرے سے ملنے لگے تھے۔ وہ اس کی مالی امداد بھی کرتا تھا۔ اور پھر ایک دن سلمانی نے شادی کی تجویز پیش کر دی تھی.... کاش وہ مفلس نہ ہوتی۔ اب اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ محبت نہ تھی۔ وہ اس کی مالی ضروریات پوری کرتا اور وہ اسے ذہنی اور جسمانی سکون پہنچاتی تھی۔ حقیقتاً بات اس سے زیادہ نہیں تھی۔ لیکن وہ اسے محبت سمجھ بیٹھی تھی۔ نادانی.... ناپختہ کاری.... یہ تو اب سمجھ میں آیا تھا۔ بے چارہ سلمانی....! بے چارہ اور بے بس.... اس وقت تو اس نے بہت ہی بے دردی کا مظاہرہ کیا تھا۔ کس زور سے گھٹنا اس کے پیٹ پر مارا تھا۔ چل کر اس سے کم از کم اظہار افسوس تو کر ہی دینا

چاہیئے۔! سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ راہداری میں پہنچی تھی۔ لیکن اب سلمانی وہاں نہیں تھا.... پھر وہ سٹنگ روم کی طرف بڑھی۔ ابھی دروازے میں قدم بھی نہیں رکھا تھا کہ گردن پر قیامت ٹوٹی۔ بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے شانوں پر کوئی شہتیر آگرا ہو۔ ذہن فوری طور پر اندھیرے میں ڈوب گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ فرش پر تھی بے حس و حرکت۔!

"اب بتاؤ کیسی رہی۔!" سلمانی کی آواز راہداری میں گونجی تھی۔ کبھی وہ بے ہوش تھیلما کی طرف دیکھتا تھا۔ اور کبھی اس وزنی رول کی طرف جو اس نے داہنی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔

ٹھیک اسی وقت سٹنگ روم میں فون کی گھنٹی بجی تھی اور وہ تھیلما کو وہیں چھوڑ کر کال ریسیو کرنے دوڑ گیا۔! ریسیور کریڈل سے اٹھایا تھا۔

"ایڈووکیٹ سلمانی کی قیام گاہ۔!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"مسز سلمانی پلیز۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ.... تم ہو سور کے بچے۔!" وہ دانت پیس کر بولا۔ لیکن جواب میں اس نے ایک استہزائیہ سا قہقہہ سنا تھا۔!

"شٹ اپ۔!" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا تھا۔ لیکن قہقہے کی طوالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"میں کہتا ہوں کہ اگر اب تم نے ادھر کا رخ کیا تو زندہ نہ چھوڑوں گا۔!" سلمانی نے چیخ کر کہا۔!

"کس حکیم نے یہ عورت تمہارے نسخے میں لکھ دی تھی۔!" دوسری طرف سے آواز آئی تھی۔ اور سلمانی نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔!

عمران کی کار سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اور وہ کار کے ریڈیو پر موسم کے بارے میں پشین گوئیاں سن رہا تھا۔ اس وقت اس میک اپ میں تھا جس میں برنارڈ سے مڈبھیڑ ہوئی تھی.... دفعتاً جیبی ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ٹرانس میٹر نکالا۔ جس سے آواز آرہی تھی۔ "ہیلو.... ایکسٹو.... صدیقی کالنگ! ہیلو ایکس ٹو.... صدیقی کالنگ۔"

"ایکس ٹو.....!" عمران غرایا۔
"وہ اس وقت کمرہ نمبر دو سو گیارہ میں موجود ہے۔!" ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔
"تمہیں یقین ہے۔!"
"آپ کے بتائے ہوئے حلیے والا آدمی ہے! کمرہ نمبر دو سو گیارہ پچھلے دو ماہ سے ایک ہی آدمی کے قبضے میں ہے رجسٹر میں اس کا نام عبدالشکور درج ہے۔!"
"قد آور بھی..... اور دیسی.....!" عمران نے پوچھا۔
"جی ہاں..... یہی معلوم ہوا ہے۔!"
"تمہارے ساتھ اور کون ہے۔!"
دو اور ہیں۔ وہ دونوں کمرے کی نگرانی کر رہے ہیں اور میں عمارت کے باہر سے آپ سے مخاطب ہوں۔!"
"ٹھیک ہے..... وہیں ٹھہرو..... نعمانی سے مشابہت رکھنے والا آدمی وہاں پہنچ رہا ہے۔ اس طرح تم چار ہو جاؤ گے۔ اس کے مشورے پر عمل کرنا۔!"
"بہت بہتر جناب.....!"
"اوور اینڈ آل" کہہ کر عمران نے ٹرانس میٹر جیب میں ڈال لیا۔ تو وہ اب بھی کانٹی نینٹل کے اسی کمرے میں ڈٹا ہوا ہے جہاں تھیلما نے آخری بار اس سے ملاقات کی تھی۔ عمران نے سوچا اور ریڈیو کا سوئچ آف کر کے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔!
کانٹی نینٹل کے لان ہی پر لیفٹیننٹ صدیقی سے ملاقات ہوئی۔ اور نعمانی سے مشابہت کی بنا پر وہ اسے پہچان گیا تھا۔
"چوہان اور تنویر کمرے کی نگرانی کر رہے ہیں۔!" اس نے اطلاع دی۔
"کہاں سے۔!"
"کمرے کے آس پاس ہی ہیں۔!"
"کمرہ کس منزل پر ہے۔"
"پانچویں منزل پر۔"
"اس کا یہ مطلب ہوا کہ گھیرے جانے پر کھڑکی سے چھلانگ بھی لگا سکے گا۔!"

"دیر نہ کیجئے۔ چلئے۔!"

"کہاں چلوں۔!"

"جہاں سے گھیرنا ہے۔"

"پہلے میں سچویشن دیکھوں گا۔!" عمران نے کہا۔ اور وہ عمارت کی طرف مڑے ہی تھے کہ تنویر دکھائی دیا۔ بڑی تیزی سے انہی کی طرف بڑھا آرہا تھا۔

"کمال کردیا۔" وہ قریب پہنچ کر ہانپتا ہوا بولا۔!"وہ تو کوئی مولوی یا صوفی ہے۔! کہیں جانے کے لئے کمرے سے نکلا ہے۔!"

"صوفی یا مولوی عبدالشکور..!" عمران کراہا۔"کیوں میاں تم سے کس نے کہا تھا کہ وہ ہپی ہے۔!"

"ہیڈ ویٹر نے بتایا تھا۔ وہ ایک سفید فام غیر ملکی ہے۔!" صدیقی بولا۔

"اُسے تو ہر بڑے بالوں اور ڈاڑھی والا ہپی ہی لگے گا۔!"

"وہ دیکھو.... وہ رہا۔!" تنویر نے بائیں جانب دیکھ کر کہا۔

جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا بلا شبہ ایک قدِ آور اور جسیم آدمی تھا۔ گھنی ڈاڑھی بھی تھی لمبے لمبے بال بھی تھے۔ لیکن بالوں پر عمامہ براجمان تھا۔! شلوار پر شیروانی تھی۔ اور شیروانی پر سیاہ ریشم کی عبا.... شاہانہ انداز میں چلتا ہوا ایک لمبی سی سفید کار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر چوہان بھی دکھائی دیا۔ جو اس کے پیچھے آیا تھا۔

"کچھ بھی ہو.... میں تو تعاقب کروں گا!" عمران پارکنگ پلاٹ کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ان تینوں کے پاس موٹر سائیکلیں تھیں۔

"ہم بھی آرہے ہیں....!" صدیقی نے کہا۔

عبدالشکور کا تعاقب شروع ہوگیا تھا۔! ان کی موٹر سائیکلیں عمران کی گاڑی کے پیچھے تھیں۔! تھوڑی ہی دیر بعد عمران نے اندازہ کرلیا کہ اگلی کار والے کو تعاقب کا احساس ہوگیا ہے۔ کیونکہ اس نے شہر کی مختلف سڑکوں کے یونہی بے مقصد پھیرے شروع کردیئے تھے۔ ایسا کرنے کے دوران میں شائد وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

اور پھر اس نے اپنی راہ عمل متعین کرلی تھی۔ کیونکہ اس کی گاڑی اب ادھر اُدھر سڑکوں پر مڑ نہیں رہی تھی۔ کچھ دیر بعد عمران کو ہنسی آگئی.... یہ تعاقب نہیں بلکہ تعاقب کرنے والوں کا

جلوس تھا۔ جلدی میں عمران ان تینوں سے کہہ نہیں سکا تھا کہ وہ اپنی موٹر سائیکلیں استعمال کرنے کی بجائے اسی کی گاڑی میں آجائیں۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ لیکن اتنا اندھیرا نہیں تھا کہ وہ عقب نما آئینے میں ان تینوں کو نہ دیکھ سکتا۔ جو لائن بنائے ہوئے اس کی گاڑی کے پیچھے چلے آرہے تھے۔! کئی بار اس نے کھڑکی سے ہاتھ نکال کر انہیں آگے بڑھنے کا بھی اشارہ کیا تھا۔ لیکن یا تو وہ سمجھے نہیں تھے یا اس کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں تھی.... وہ چاہتا تھا کہ ان میں سے کوئی آگے نکل آئے اور اگلی گاڑی کی راہ میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔!

اگلی گاڑی بندرگاہ کے علاقے کی طرف جانے والی سڑک پر ہولی تھی۔ یہاں نسبتاً ٹریفک کم تھا۔!

اور پھر اچانک اگلی گاڑی اس میدان میں مڑ گئی جہاں ٹریفک پولیس کا عملہ زیرِ تربیت ڈرائیوروں کا امتحان لیتا تھا۔ خاصا وسیع میدان تھا جو اس سڑک کے کنارے سے ساحلِ سمندر تک پھیلا ہوا تھا....! قطعی غیر متوقع حرکت تھی۔ جب عمران گڑبڑا گیا تھا تو ان تینوں کا کیا حال ہوا ہوگا.... غیر ارادی طور پر عمران نے بھی ادھر ہی اسٹیرنگ گھما دیا۔ اگلی گاڑی میدان میں اتر کر طوفانی رفتار سے ساحل کی طرف بھاگی تھی.... یہاں موٹر سائیکلوں کی منظم دوڑ بھی بے ترتیبی کا شکار ہو گئی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے جنگلی کتوں نے کسی خرگوش کو دوڑا لیا ہو۔

عمران ابھی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اگلا قدم کیا ہونا چاہئے کہ اچانک اگلی گاڑی اسکی طرف پلٹ پڑی.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بھرپور ٹکر رسید کرنے کے لئے پلٹی ہو.... موٹر سائیکلیں تتر بتر تو پہلے ہی سے تھیں اس غیر متوقع سچویشن نے انہیں اور زیادہ گڑبڑا کر رکھ دیا.... عمران نے بڑی صفائی سے سفید گاڑی کی ٹکر سے اپنی گاڑی کو بچایا تھا۔ لیکن پھر سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک زبردست دھماکہ ہوا.... اسکی گاڑی اچھل سی پڑی تھی۔ پورے بریک لگائے اور اگنیشن آف کر کے گاڑی سے باہر چھلانگ لگائی تھی تھوڑے ہی فاصلے پر دھوئیں کا کثیف بادل اٹھ رہا تھا.... اور وہ کسی کی چیخیں ہی تھیں جو دوسرے دھماکے میں گھٹ کر رہ گئی تھیں.... ایک جگہ سے اور دھوئیں کا جسیم مرغولہ اٹھا تھا۔

عمران ایک ایک کو آوازیں دیتا رہا۔ پھر بیک وقت دو آوازوں نے پکارا تھا۔

''تنویر.... تنویر....!'' لیکن سناٹے میں صرف موٹر سائیکل کا شور گونجتا رہا۔

عمران حلق پھاڑ کر چیخا۔!"کیا ہوا۔!کیا بات ہے۔!"

"تنویر....!" یہ چوہان کی آواز تھی۔

عمران آواز کی سمت لپکا۔ لیکن گہرے دھوئیں کی وجہ سے کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

"تنویر....!" یہ صدیقی کی آواز تھی.... مولوی یا صوفی عبدالشکور دو عدد دستی بم پھینک کر صاف نکل گیا تھا.... بدقت تمام.... عمران ان دونوں تک پہنچ سکا۔ لیکن تنویر۔! تنویر کہاں تھا....ایک موٹر سائیکل کے انجن کی آواز بھی سناٹے میں گونج رہی تھی۔!وہ تینوں آواز کی سمت دوڑ پڑے....!اور پھر انہیں ایک جگہ تنویر کی موٹر سائیکل پڑی دکھائی دی جس کا انجن بند نہیں ہوا تھا.... تنویر اس کے نیچے تھا۔ عمران نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی۔

تنویر کی سانس چل رہی تھی لیکن پورا جسم لہولہان تھا۔ بہت احتیاط سے اُسے موٹر سائیکل کے نیچے سے نکالا گیا۔ وہ خاموش تھے۔اور تنویر کی موٹر سائیکل چیخے جا رہی تھی۔